

نَصْرَ اللَّهِ أَمْرٌ أَسْمَعُ مَنَاحِدِيثًا فَحَفِظْهُ حَتَّى يَبْلُغَهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ



شماره نمبر
110

ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ
اکتوبر ۲۰۱۳ء

الحديث ماہنامہ اشاعہ

حضور

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

فیصل خان بریلوی پر بریلویوں کا فتویٰ

روزے کی حالت میں سینگ لگوانا

اشرف جلالی (بریلوی) اور ضعیف روایت

جو حکم (بن ابی العاص) کا منبر رسول پر بندروں کی طرح اچھلنا گودنا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام



مکتبۃ الترغیب والترہیب

حضور، انک: پاکستان

حافظ زبیر علی زئی

فیصل خان بریلوی پر بریلویوں کا فتویٰ

فیصل خان رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ”پہلے قول میں عبدالرزاق بن ہمام نے یہ قول عن سے پیش کیا ہے اور یہ بات سب پر واضح ہے کہ عبدالرزاق بن ہمام مدلس ہے اور طبقہ ثالثہ کے مدلس کا صیغہ عن سے روایت کرنا محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتا ہے۔“ (نہایت الدلیل فی رد صوحتک غایۃ التبجیل / مسئلہ فضیلت اور اکابر امت ایک تحقیق ایک تجزیہ ص ۳۲۵ طبع جون ۲۰۱۳ء)

اس عبارت سے دو باتیں ظاہر ہیں:

۱: امام عبدالرزاق کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: امام عبدالرزاق طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں۔

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ”پھر وہابی مولوی... نے امام عبدالرزاق کے مدلس ہونے کا بہانہ کیا تا کہ سرور کائنات ﷺ کی شان نورانیت کا ہر حال میں انکار ہی کر دیا جائے۔ حالانکہ یہ بھی اس کی جہالت کا پورا پورا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ امام عبدالرزاق طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں سے ہیں۔ (طبقات المدلسین لابن حجر صفحہ 34) خود امام ابن حجر عسقلانی نے تصریح کر دی ہے کہ اس طبقہ کے مدلس کی تدلیس مضر نہیں ہے۔ اب تو مولوی... کو ڈوب مرنا چاہیے اور... الخ“

(مصنف عبدالرزاق کے الجزء المفقود پر اعتراضات کا علمی محاسبہ ص ۷۷-۷۸)

اس کتاب پر درج ذیل بریلویوں رضا خانیوں کی تقدیم و تقریظات ہیں:

- (۱) غلام مرتضیٰ ساقی مجددی (۲) عبدالنواب صدیقی اچھروی (۳) عبدالحکیم شرف قادری (۴) محمد جمیل رضوی (۵) محمد سعید احمد اسعد۔

لہذا ثابت ہوا کہ ”علمی محاسبہ“ کے اس مذکورہ فتوے کی رو سے کاشف اقبال رضوی، غلام مرتضیٰ ساقی، عبدالنواب صدیقی اچھروی، عبدالحکیم شرف قادری، جمیل رضوی اور سعید احمد اسعد کے نزدیک (مذکورہ عبارت کی وجہ سے) فیصل خان بریلوی کو ڈوب مرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

110

اللّٰهُ نَزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

الحديث السنه السنه السنه

نَضْرُ اللّٰهُ اَمْرًا سَمِعَ مِنْ اَحَدِنَا قَحْطَهُ حَتّٰی يَبْلُغَهُ

جلد: 10 ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ اکتوبر ۲۰۱۳ء شماره: 10

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

مدیر: حافظ ندیم ظہیر

مناویں

ابو جابر عبد اللہ و ابانوی	ابو خالد شاہ کر
محمد سرور عاصم	محمد ارشد کمال
محمد زبیر صادق آبادی	محمد صدیق رضا

اس شمارے میں

- فقہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی 2
توضیح الاحکام حافظ زبیر علی زئی 6
دیوبندیوں کی رافضیت غازی پوری اصول پر! (قسط آخری)
..... محمد صدیق رضا 10
غلام رسول سعیدی اور موضوع (جھوٹی) روایات (قسط آخری)
..... حافظ زبیر علی زئی 25
”ڈاکٹر“ اشرف جلالی (بریلوی) اور ضعیف روایت
..... نوید شوکت 38
بنو حکم (بن ابی العاص) کا منبر رسول پر بندروں کی طرح
اچھلنا گودنا حافظ زبیر علی زئی 43
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام
..... حافظ زبیر علی زئی 45

قیمت

فی شمارہ : 25 روپے
سالانہ : 400 روپے
مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

برائے رابطہ

0301-8556571

انوار الصالح

انوار الصالح فی تحقیق مشکوۃ المسابیح

(۴۲۷) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ، فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ، ثُمَّ قَالَ: ((خُذِي فُرْصَةً مِّنْ مِّسْكِ فَتَطَهَّرِي بِهَا)) قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ فَقَالَ: ((تَطَهَّرِي بِهَا)) قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ قَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ أَتَطَهَّرِي بِهَا)) فَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ، فَقُلْتُ: تَتَّبِعِي بِهَا آثَرَ الدَّمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے (بند ہونے کے بعد) غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کستوری لگا ہوا روئی کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے طہارت (صفائی) کر لو۔ اس نے کہا: میں اس کے ساتھ کس طرح صفائی کروں؟ آپ نے فرمایا: طہارت کر لو۔ اس نے کہا: میں اس کے ساتھ کس طرح صفائی کروں؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! صفائی کر لو۔ پھر میں نے اس عورت کو کھینچ کر اپنے قریب کر لیا اور اسے کہا: خون نکلنے کی جگہ (شرمگاہ) پر اسے رکھ لو۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۳۱۴، صحیح مسلم: ۶۰/۳۳۲ [۷۸])

فقہ الحدیث:

- ۱: عورت کو چاہیے کہ غسل حیض کے بعد خوشبو لگائے۔
- ۲: رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ حیا دار تھے۔
- ۳: ضرورت کے وقت موقع مناسبت کے ساتھ دین کا وہ مسئلہ بھی بتا دینا چاہیے جس کے سننے سنانے میں انسان شرم محسوس کرتا ہے۔
- ۴: مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں۔

- ۵: دین اسلام ہر لحاظ سے مکمل دین ہے۔
- ۶: تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا مسنون ہے۔
- ۷: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ اسماء (بنت شہل رضی اللہ عنہا) نے نبی ﷺ سے غسل حیض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: پانی اور بیری کے پتے لے کر طہارت کرو تو اچھے طریقے سے صفائی کرو پھر اپنے سر پر پانی بہا کر اسے سختی سے رگڑو تا کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے پھر کستوری لگا ہوا ٹکڑا لے کر اس سے طہارت کرلو۔
- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصاری عورتیں بہت اچھی تھیں جنھیں دین میں تفقہ حاصل کرنے سے حیا نے نہیں روکا۔ (صحیح مسلم: ۳۳۲ [۷۵۰])
- اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صحابیہ کا نام اسماء بنت شہل رضی اللہ عنہا ہے۔
- ۸: کتاب وسنت کی دلیل طلب کرتے ہوئے صحیح العقیدہ اور جلیل القدر عالم سے مسئلہ پوچھنا تفقہ فی الدین کی نشانی ہے۔
- ۹: تمام امور میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔
- ۱۰: بعض روایات میں فرصہ (روئی یا کپڑے کے ٹکڑے) کی بجائے قرصہ کا لفظ آیا ہے لیکن مفہوم ایک ہی ہے۔
- ۴۳۸) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَمْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفْرًا رَأْسِي، أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ: ((لَا، إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْسِيَ عَلَى رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَفَيَاتٍ، ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ، فَتَطَهَّرِينَ.))
- رواہ مسلم۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے سر کے بال بڑی مضبوطی سے گوندھتی ہوں تو کیا میں انھیں غسل جنابت میں کھول دیا کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈال لو پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہا دو تو پاک ہو جاؤ گی۔
- اسے مسلم (۵۸/۳۳۰ [۷۴۴]) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ۱: غسل جنابت میں بہت احتیاط کرنی چاہئے تاکہ کوئی عضو خشک نہ رہ جائے۔
- ۲: سر کے بال گوندھنا اور مینڈھیاں بنانا جائز ہے۔
- ۳: صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میں انھیں حیض اور جنابت کے لئے کھول دوں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ (۷۴۵)
- ۴۳۹ (عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
- انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد (تقریباً چھ سو گرام / پانی) سے وضو اور ایک صاع (چار مد پانی) سے غسل کرتے تھے۔
- متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۰۱، صحیح مسلم: ۵۱/۳۲۵ [۷۴۷])

فقہ الحدیث:

- ۱: وضو ہو یا غسل، پانی کے استعمال میں سنت مد نظر رکھیں اور اسراف سے اجتناب کریں۔
- ۲: ضرورت کے وقت غسل میں زیادہ پانی استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ آنے والی حدیث (۳۴۰) سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم
- ۳: جمہور کے نزدیک حدیث مذکور استحباب پر محمول ہے۔ (دیکھئے مرعاة المفاتیح/ ۱۳۷)
- ۴۴۰ (عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَيَاذِرْنِي، حَتَّى أَقُولَ: دَعْ لِي دَعْ لِي، قَالَتْ: وَهُمَا جُنُبَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
- معاذہ (الحدویہ رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن (الفرق) سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان رکھا ہوتا تھا، پھر آپ مجھ سے جلدی پانی لیتے حتیٰ کہ میں کہہ دیتی تھی: آپ میرے لئے بھی (پانی) چھوڑ

دیں، میرے لئے بھی رہنے دیں۔ انھوں نے کہا: وہ دونوں حالتِ جنابت میں ہوتے تھے۔ متفق علیہ (صحیح مسلم: ۴۶/۳۲۱ [۷۳۲]، صحیح بخاری: ؟)۔
فقہ الحدیث:

- ۱: غسل کے دوران میں ضرورت کے وقت بات کرنا جائز ہے۔
- ۲: صحیح بخاری میں یہ حدیث معاذہ بنت عبد اللہ الحدادیہ البصریہ رحمہا اللہ کی سند سے نہیں ملی، لیکن عروہ بن الزبیر عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے موجود ہے۔ (دیکھئے ج: ۲۵۰)
- ۳: جنبی آدمی ہاتھ دھونے کے بعد اور غسل سے پہلے پانی میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔
- ۴: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ ”والبیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح“ اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲، صحیح مسلم: ۵۱۲)
- معلوم ہوا کہ یہ غسل اندھیرے میں ہوتا تھا۔
- ۵: میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا جائز ہے۔
- اس کی تشریح میں مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
- ”اکٹھے بیٹھ کر میاں بیوی کا غسل کرنا۔ بعض حلقوں میں اس پر تعجب ہوتا ہے دراصل ان عادات کا تعلق ہر ملک کے معاشرہ سے ہے.....
- عرب معاشرہ میں بھی میاں بیوی کے تعلقات میں از بس بے تکلفی تھی مگر یہ کسی عیاشی پر مبنی نہ تھی بلکہ ایک عادت ہو چکی تھی۔“ (نوائد غزنویہ/ ۳۴۳-۳۴۴)

ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے

امام اسحاق بن منصور الکوفی نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا: کون سی مسجدوں میں اعتکاف کرنا چاہئے؟ انھوں نے فرمایا: ”فی کل مسجد تقام فیہ الصلوۃ“
ہر مسجد میں، جس میں نماز باجماعت قائم ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۷۱۳)



صدقہ فطراجناس کے بجائے قیمت (نقدی) کی صورت میں دینا؟

سوال کیا صدقہ فطراجناس کے بجائے قیمت میں دے سکتے ہیں؟ اور کتنے دن پہلے صدقہ فطر دینا چاہیے؟
(نوید شوکت۔ ڈربی، برطانیہ)

الجواب سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کھانے (غله) کو یا کھجور میں سے ایک صاع بطور صدقہ فطر نکالتے تھے پھر جب معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) مدینے آئے تو انھوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ شامی گندم کے دو مد (آدھا صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں، تو لوگوں نے اسے اختیار کر لیا۔

ابوسعید نے فرمایا: میں تو اسی طرح ایک صاع نکالتا رہوں گا۔

(صحیح بخاری: ۱۵۰۵-۱۵۰۶، ۱۵۰۸، صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن الترمذی: ۶۷۳، حدیث حسن صحیح)

اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطراجناس سے ایک صاع نکالنا چاہئے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہم کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم مثلاً سفیان ثوری اور امام عبد اللہ بن المبارک وغیرہما نے اجتہاد کرتے ہوئے نصف صاع گندم کا قول اختیار کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل صدقہ فطر کی قیمت نکالنا ناپسند کرتے اور فرماتے تھے: مجھے ڈر ہے کہ اگر کوئی شخص قیمت دے گا تو اس کا صدقہ فطر ہی جائز نہیں ہوگا۔

(مسائل عبد اللہ بن احمد بن حنبل: ۸۰۹)

جبکہ دوسری طرف خلیفہ عمر بن عبد العزیز الاموی رحمہ اللہ نے بصرے میں عدی کی طرف لکھ

کر بھیجا کہ ہر انسان سے آدھا درہم لیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۷۷۴ ج ۱۰۳۵۸، وسندہ صحیح)
قرہ بن خالد السدوسی کے پاس عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے اسی مفہوم کی کتاب (تحریر)
پہنچی تھی۔ (ایضاح ۱۰۳۶۹، وسندہ صحیح)

زہیر بن معاویہ کی روایت ہے کہ ابواسحاق السبعمی رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: میں
نے فطرانہ رمضان میں لوگوں کو کھانے کی قیمت ادا کرتے ہوئے پایا ہے۔ (ایضاح ۱۰۳۷۱)
ان آثار کی رو سے صدقہ فطر میں نقدی (روپے وغیرہ) دینا جائز ہے اور یہ جواز بھی
صرف ان لوگوں سے خاص سمجھنا چاہئے جو یورپ (مثلاً برطانیہ) اور امریکہ وغیرہا میں
رہتے ہیں، تاکہ غریب ممالک (مثلاً پاکستان، ہندوستان) میں ان کے مسکین رشتہ داروں
کے ساتھ تعاون اور طعمۃ للمساکین ہو جائے، ورنہ بہتر یہی ہے کہ اجناس مثلاً گندم، آٹا اور
کھجور وغیرہ سے صدقہ فطر ادا کیا جائے، اور پاکستان میں ہمارا اسی پر عمل ہے۔

نیز دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام (۲/۱۶۴-۱۶۵) [۶/اگست ۲۰۱۳ء]

روزے کی حالت میں سینگی لگوانا

سوال روزے کی حالت میں سینگی لگوانا کیسا ہے؟

ایک حدیث میں ہے کہ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں نے افطار کیا اور خود نبی ﷺ
نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی؟ (نوید شوکت۔ ڈربی، برطانیہ)

الجواب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”احتجم النبی ﷺ

وهو صائم۔“ نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ (صحیح البخاری: ۵۶۹۳)

سینگی یعنی پچھنے لگوانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے جسم پر پچھنے لگا کر سینگی وغیرہ کے
ذریعے سے خون نکالنا تاکہ بیماری کا علاج ہو جائے۔

درج بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ روزے کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((أفطر الحاجم والمحجوم))

سینگی لگانے والے اور سینگی لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۳۶۷)

وسندہ صحیح وصحیح ابن خزیمہ: ۱۹۶۳-۱۹۶۴، وابن حبان: ۸۹۹، والحاکم علی شرط الشيخین: ۱/۳۲۷، ووافقه الذہبی)

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی روایات ہیں، لیکن سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”أول ما كرهت الحجامة للصائم أن جعفر بن أبي طالب رضي الله عنه احتجم وهو صائم فمر به النبي ﷺ فقال: أفطر هذان، ثم رخص النبي ﷺ بعد في الحجامة للصائم و كان أنس يحتجم وهو صائم.“

میں نے سب سے پہلے اس وقت روزہ دار کے لئے سینگی لگوانا پسند کیا تھا جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی تو وہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور آپ نے فرمایا: ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کے لئے سینگی لگوانے کی اجازت دے دی اور انس رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں سینگی لگواتے تھے۔ امام دارقطنی نے فرمایا: اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علت (قادر) نہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۶۸)

اس روایت کی سند میں عبد اللہ بن المثنیٰ بن انس جمہور کے نزدیک موثق اور حسن الحدیث راوی ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/۲۰۷)

خالد بن مخلد بھی موثق عند الجمہور اور حسن الحدیث ہیں، لہذا یہ سند حسن لذاتہ ہے اور حافظ ابن عبد البہادی وغیرہ کی اس پر جرح صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لا بأس بالحجامة للصائم“ روزے دار کے لئے سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۸۱، وسندہ حسن)

اس اثر کے راوی امام نعیم بن حماد موثق عند الجمہور ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الافطار مما دخل وليس مما خرج...“ داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نکلنے سے نہیں ٹوٹتا۔

(الاصطلاح لابن المذہب: ۱۸۵/۸۱ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۵۱ ج ۹۳۱۹ من رخص للصائم أن يحنط) عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: روزے دار کے لئے سینگ لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔
(ابن ابی شیبہ ۳/۵۳ ج ۹۳۲۲ ملخصاً و سند صحیح)
عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ روزے کی حالت میں سینگ لگواتے تھے۔

(ایضاً ج ۹۳۲۲ و سند صحیح)
اس باب کی تمام روایات کو مد نظر رکھ کر یہی خلاصہ تحقیق ہے کہ سینگ لگوانے سے روزہ ٹوٹنے والی روایت منسوخ ہے اور امام شافعی وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔
نیز دیکھئے الاعتبار فی بیان النسخ و المنسوخ من الآثار (ص ۱۴۱)
فائدہ: اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں علاج کے لئے جسم سے خون نکلوانے یا خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن کمزوری کے ڈر کی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ روزے کی حالت میں خون کا عطیہ نہ دیا جائے۔ واللہ اعلم
(۶/اگست ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۷/رمضان ۱۴۳۴ھ)

امام ایوب السختیانی کے دو اقوال

☆ مشہور ثقہ تابعی صغیر اور امام ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی رحمہ اللہ (م ۱۳۱ھ) نے فرمایا: ”إنه ليسغني أن الرجل من أهل السنة مات فكانما أفقد بعض أعضائي.“ بے شک جب مجھے پتا چلتا ہے کہ اہل سنت (یعنی اہل حدیث) میں سے کوئی آدمی فوت ہو گیا ہے تو (میں سمجھتا ہوں کہ) میرے جسم کا کوئی حصہ (کٹ کر) گم ہو گیا ہے۔ (اکال لابن عدی نوحدہ ۱/۱۹۲، و سند صحیح)

☆ امام ایوب سختیانی نے فرمایا:

”لا خبيث أخبث من قاري فاجر.“ بدکار (فاسق فاجر) قاری سے زیادہ کوئی خبیث نہیں۔ (المجديات للبخوي: ۱۲۳۰، و سند صحیح، الزهد لابن حاتم الرازي: ۴۹)

ابوالاجد محمد صدیق رضا

دیوبندیوں کی رافضیت غازی پوری اصول پر! (قسط نمبر ۳، آخری)

تصویر کا دوسرا رخ

قارئین کرام! آغاز مضمون میں غازی پوری صاحب کی چار کتب سے چار اقتباسات دیکھیں کہ کس طرح غازی پوری صاحب نے حب صحابہ کی نمائش کرتے ہوئے محبت صحابہ بننے کی کوشش کی، لیکن بات جب ان کے مذہب و مسلک کے خلاف ہوئی تو غازی پوری صاحب اس درجہ تنزلی کا شکار ہو گئے کہ ان کے لئے ”گستاخی صحابہ“ کا لفظ بھی کمتر معلوم ہوتا ہے۔ اگر غازی پوری صاحب کا اصل رخ دکھانا مقصود نہ ہوتا تو ان کے فاسد و کاسد کلام کو کبھی نقل نہ کرتا۔

قارئین کرام! بخوبی واقف ہوں گے کہ بعض دیگر مذاہب کی طرح حنفی مذہب میں نابالغ کی امامت درست نہیں سمجھی جاتی جبکہ اہل حدیث اور شوافع اسے بلا کراہت درست سمجھتے ہیں بشرطیکہ نابالغ لڑکا ہوشیار ہو اور مقتدیوں سے زیادہ قرآن جانتا ہو۔

بطور دلیل صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ جو سات آٹھ سال کے تھے، انھیں قرآن زیادہ یاد تھا لہذا ان کی قوم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکم رسول کے مطابق ان کو امام بنادیا۔ ان کے پاس بطور لباس ایک چھوٹی سی چادر تھی، جوڑ لگی ہوئی اور اس میں بھی (ایک جگہ) سوراخ تھا، اس وجہ سے کبھی بے ستری ہو جاتی۔

دیکھئے (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۴۳۰۲، سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب من اٰتق بالامامة؟ حدیث: ۵۸۵-۵۸۶)

اب یہ دیکھئے کہ غازی پوری صاحب جو دوسروں پر بے وجہ رافضیت و عداوت صحابہ کا

بہتان لگاتے پھرتے ہیں، لیکن حنفی فقہ کے دفاع میں احترام صحابیت تک کو فراموش کر جاتے ہیں، غاز پوری نے لکھا ہے: ”اور بڑی بات یہ ہے کہ اس عمرو بن سلمہ والی حدیث میں یہ بھی ہے۔ و کنت اذا سجدت خرجت امتی۔ یعنی جب میں سجدہ کرتا تھا تو میرا چوڑا کھل جاتا تھا۔ یعنی وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں چوڑا کا کھلنا بھی کوئی عیب ہے، ابن قدامہ فرماتے ہیں... یعنی اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز نہیں ہے...“ (مسائل غیر مقلدین ص ۱۸۰ مطبوعہ جمعیت اہل سنت لاہور) استغفر اللہ، استغفر اللہ

قارئین کرام! دیکھ لیجئے! کیا احترام صحابہ اسی چیز کا نام ہے؟ کیا حدیث میں مذکور الفاظ کا مہذب الفاظ میں احترام صحابہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ نہیں ہو سکتا تھا؟ ہمیں خوب معلوم ہے کہ مذہب کے خلاف اس حدیث سے خلاصی کے لئے ان کے اکابر نے عجیب و غریب باتیں کی ہیں، لیکن غاز پوری صاحب نے بدتمیزی و بدتہذیب کی انتہا کر دی کہ غلط بیانی کا سہارا لیتے ہوئے عمرو بن سلمہ پر یہ بہتان تک داغ دیا کہ ”وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نما میں چوڑا کھل جانا عیب ہے“ یہ غاز پوری کی صریح غلط بیانی اور جھوٹ ہے۔ بے ستری کی وجہ یہ قطعاً نہیں تھی کہ ”اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں... عیب ہے“ کاش دیوبندیوں کے ”فخر المحدثین“ دفاع مذہب میں الفاظ حدیث پر تدبر سے اعراض نہ فرماتے، بہر حال سنئے اس حدیث میں وجہ جو بیان ہوئی وہ کیا ہے؟ آیا غاز پوری دیوبندی بہتان یا کچھ اور؟ عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں:

”و کانت علی بردة کنت اذا سجدت تغلصت عني“

مجھ پر ایک چادر ہوتی تو جب میں سجدہ کرتا وہ چادر مجھ پر سے سمٹ یا سکڑ جاتی۔

(صحیح بخاری: ۴۳۰۲)

ابوداؤد کی ایک روایت میں الفاظ ہیں:

”و علی بردة لی صغيرة صفراء، فکنت اذا سجدت تکشف عني“

اور مجھے پر ایک چھوٹی زرد رنگ کی چادر ہوتی، جب میں سجدہ کرتا تو وہ چادر مجھ پر سے کھل

جاتی (جس کے سبب بے ستری ہوتی)“ (سنن ابی داؤد: ۵۸۵)

ابوداؤد کی دوسری روایت میں مزید وضاحت ہے:

”فَكَنتُ أَوْتَهُمْ فِي بَرْدَةٍ مَوْصِلَةٍ فِيهَا فَتَقُ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ خَرَجْتُ
امْتَسِي“ میں ان کی امامت کیا کرتا تھا ایک جوڑ لگی چادر میں جس میں (ایک) سوراخ تھا

جب میں سجدہ کرتا تو میری بے ستری ہو جاتی“ (سنن ابی داؤد: ۵۸۶)

غازی پوری صاحب کی ”دیانت“ دیکھئے اسی آخری روایت سے ایک جملہ نقل کر کے اس پر
اپنے اعتراض کی بنیاد کھڑی کر دی، لیکن اس میں موجود یہ وضاحت کہ چادر میں سوراخ یا
شکاف تھا (اور بے ستری ہو جانے کی یہی وجہ تھی) اسے یکسر نظر انداز کر دیا۔ تاکہ مذہب کا
دفاع ہو سکے۔ بہر حال اس کی کسی سند میں وہ بات نہیں کہ جو غازی پوری صاحب نے لکھی:

”اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں... عیب ہے“ (نعوذ باللہ)

دیوبندیوں کے مفکر اسلام کیا کہنا چاہتے ہیں؟ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اور وہ صحابہ جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھ کر آئے تھے انھیں یہ تمیز تک نہ تھی کہ نماز میں کن کن باتوں کا خیال رکھنا ہے
(نعوذ باللہ) اور پھر کہنے کو تو ”فخر المحمدين، رئیس المتقين، مفکر اسلام“ ہیں، لیکن حدیث پر
غور کرنے اور مزید تحقیق اور فکر کرنے سے ایسے عاری ہیں کہ ایک ایسی بات پر اعتراض جڑ
دیا کہ جس کی تلافی و اصلاح بھی کر دی گئی تھی، کیا فخر المحمدين صاحب صحیح البخاری کی حدیث
تک سے ناواقف ہیں؟ کیا حدیث میں یہ وضاحت نہیں کہ ”فَقَالَتْ أَمْرًا مِنَ الْحَيِّ، إِلَّا
تَغْطُونَ عَنَّا امْتَقَانُوا قَارِئَكُمْ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا إِلَى قَمِيصًا فَمَا فَرَحْتُ بِشَيْءٍ
فَرَحِي بِذَلِكَ الْقَمِيصِ“ ایک خاتون نے کہا: کیا تم ہم سے اپنے قاری کے ستر کو نہیں
چھپاؤ گے؟ تو انھوں نے کپڑا خریدا اور میرے لئے ایک قمیص بنا ڈالی۔ اسلام لانے کے بعد
میں اس قدر خوش کبھی نہ ہوا جتنا کہ اس قمیص کے حصول پر ہوا تھا“ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲)

اور سنن ابی داؤد میں حصول قمیص کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں:

”فَكَنتُ أَوْتَهُمْ وَأَنَا ابْنُ سَبْعٍ أَوْ ثَمَانٍ“ پس میں ان کی امامت کیا کرتا تھا جبکہ میں

سات یا آٹھ سال کا تھا“ (سنن ابی داؤد: ۵۸۵)

غازی پوری صاحب! بے ستری والا مسئلہ مستمر نہ رہا اور اگر وہ ایسے ہی بے خیال تھے جیسے کہ آپ نے اپنی ”فقہ حنفی“ کے دفاع میں باور کرانا چاہا تو قیص ملنے پر اس قدر خوشی کا اظہار کیوں فرمایا کہ اسلام کی نعمت کے بعد اس قیص کو سب سے بڑی نعمت بیان فرمایا!!!!

غور اور انصاف کیجئے تو آپ بھی یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہیں گے کہ ان کے پاس ایک چھوٹی سی غیر سالم چادر ہی تھی، اس مجبوری و عذر کی بنا پر (کبھی کبھار) بے ستری ہو جاتی تھی... مجبوری تھی کہ قوم کے لوگوں نے انھیں عیانی قیص لے کر دے دی، اگر ان کے پاس اور کپڑے ہوتے تو نہ بے ستری ہوتی نہ قوم کو قیص دلانے کی ضرورت پیش آتی۔

الغرض ان کا بیان واضح ہے کہ قیص حاصل کرنے کے بعد بھی وہ سات آٹھ سال کی عمر میں بھی اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے کیونکہ قرآن زیادہ یاد تھا اور قوم میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی شامل تھے جو وفد کی شکل میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے انھیں نماز سکھائی تھی، نماز کے مسائل اور امامت کے لئے سب سے زیادہ قرآن جاننے والے کو منتخب کرنے کا حکم دیا تھا۔ آخر ان تمام صحابہ کا عمل آپ کے نزدیک حجت کیوں نہ بن سکا؟ حجت نہ مان کر بلکہ اعتراضات کر کے تو آپ خود اپنے ہی فتاویٰ کی زد میں آچکے ہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ہم یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ دیوبندیہ کے ”فخر المجد ثین“ نے یہ بھی کہا:

”غیر مقلدین نے جس روایت سے اس مسئلہ میں (کہ بچے کی امامت جائز ہے) استدلال کیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ حضرت عمرو بن سلمہ والی بات ضعیف ہے... یعنی اس کو چھوڑ دے کوئی چیز نہیں ہے، اور کبھی فرماتے... مجھے پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے۔“ (المغنی ج ۲ ص ۲۲۹) (مسائل غیر مقلدین ص ۱۸۰)

بلاشبہ ”المغنی“ میں اس روایت کے بارے میں ”بچوں کا بالغوں کی امامت“ کے مسئلہ میں یہی کچھ لکھا ہے لیکن ”فخر المجد ثین“ صاحب کو یہ تو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عمرو بن سلمہ

ﷺ والی حدیث صحیح البخاری میں بھی موجود ہے، اور ہم انھیں یاد دلادیں کہ اپنی اس کتاب سے پہلے موصوف ”وقفہ مع اللامذہبیہ“ بھی تالیف فرما چکے ہیں، نیز اس کا ترجمہ اپنے شاگرد رضوان الرحمن قاسمی صاحب سے کرا چکے ہیں، آپ نے جو لکھا اس کی ترجمانی کرتے ہوئے رضوان صاحب نے لکھا: ”امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں، علماء سلف و خلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطاء کیا، درس و تدریس، شرح و تعلیق، استدلال و استخراج، افادہ و استفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دلچسپی کا محور بنی ہوئی ہے، کسی حدیث کی صحت کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے، اور بلاشبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے، اس کی عظمت شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا، یا منکرین حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔“ (آئینہ غیر مقلدیت ص ۲۰۶-۲۰۷)

اگر جناب نے دل سے یہ سب کچھ لکھا ہے تو اس حدیث کو صحیح مان لیجئے کہ آپ کے بھی بقول ”کسی حدیث کی صحت کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔“ تو جناب من و دیوبندیہ کے ”فخر المحدثین“ صاحب! یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔ پھر جرح کیوں کی؟ عقائد میں سہی فروغ میں تو آپ غیر مقلد نہیں! اور شیعہ کہلوانا بھی پسند نہیں فرمائیں گے، ہاں! اگر اپنی فرضی داستان ”لمحہ فکریہ“ کے ہیرو ”گاؤں کے چودھری“ منکر حدیث بنے رہنے کا خیال نہیں تو ”زمزم“ کے کسی تازہ شمارہ میں رجوع کا اعلان فرمادیجئے، اگر مذکورہ بالا اقتباس دل سے نہیں بلکہ محض فصاحت و بلاغت اور لفاظی کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہے تو آپ کیوں علانیہ رجوع کرنے لگے، دونوں کتابوں کی دونوں متضاد باتوں کو یوں ہی چلاتے چلاتے چل بسیں گے، اور آپ کے عقیدت مند یوں ہی القابات سے نوازتے رہیں گے۔!!

[تنبیہ: امام احمد بن حنبل سے عمرو بن سلمہ والی حدیث کو ضعیف قرار دینا ثابت نہیں اور خطابی والی روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔]

غازی پوری صاحب! یوں تو آپ ”رئیس المحققین“ وکثیر المطالعہ سمجھے جاتے ہیں مگر اس معاملہ میں بھی آپ کی یہ بحث بھی آپ کی تحقیق و مطالعہ کی چغلی کھارہی ہے۔ چنانچہ اس روایت کو ضعیف باور کرانے کے لئے آپ نے جن ابن قدامہ کی ”المغنی“ کا سہارا لیا وہی ابن قدامہ اسی ”المغنی“ میں اسی روایت سے ایک دوسرے مسئلہ میں استدلال بھی فرماتے ہیں، چنانچہ ابن قدامہ نے لکھا: ”فان انكشف من العورة يسير لم تبطل صلاته نص عليه أحمد و به قال أبو حنيفة وقال الشافعي تبطل لأنه حكم تعلق بالعورة فاستوى قليله وكثيره كالنظرة. ولنا ما روى أبو داود بإسناده عن أيوب عن عمرو بن سلمة قال انطلق أبي و افدأ إلى رسول الله ﷺ ... فكنيت أؤمهم و علي بردة لي صفراء صغيرة و كنت اذا سجدت انكشفت عني فقالت امرأة من النساء واروا عنا عورة قارئكم، فاشتروا لي قميصاً عمانياً فما فرحت بشيء بعد الاسلام فرحى به. ورواه أبو داود والنسائي أيضاً عن عاصم الاحول عن عمرو بن سلمة قال فكنيت أؤمهم في بردة موصولة فيها فتق فكنيت اذا سجدت فيها خرجت استي.“

پس اگر ستر میں سے تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی، احمد نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی بات ابو حنیفہ نے کہی ہے اور شافعی نے کہا: نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ حکم ستر سے متعلق ہے تو نظر کی طرح اس کا قلیل و کثیر برابر ہے۔ اور ہمارے لئے دلیل ہے جو ابو داود نے اپنی اسناد سے ”عن أيوب عن عمرو بن سلمة“ سے روایت کیا عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: میرے والد اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ وفد کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے تو نبی ﷺ نے ان لوگوں کو نماز سکھائی اور کہا: تم میں سے زیادہ قرآن جاننے والا نماز کی امامت کرے۔ میں ان سے زیادہ قرآن جاننے والا تھا تو انھوں نے مجھے آگے کیا۔ مجھ پر زرد رنگ کی ایک چھوٹی چادر ہوتی تھی میں جب سجدہ کرتا تھا تو بے ستری ہو جایا کرتی تھی۔ ایک خاتون نے کہا: ہم سے اپنے قاری کا ستر چھپاؤ، تو ان لوگوں نے میرے

لئے ایک عمانی قمیص خریدی، اسلام کے بعد اس سے زیادہ میں کسی چیز پر خوش نہیں ہوا۔
اور ابو داؤد نے روایت کیا اسی طرح نسائی نے بھی عاصم الاحول سے انھوں نے عمرو بن سلمہ سے کہ انھوں نے کہا: میں ایک جوڑ لگی چادر میں جس میں سوراخ تھا ان لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا جب میں سجدہ کرتا تو بے ستری ہو جاتی تھی۔

(المغنی مسئلہ ستر العورة ج ۱ ص ۶۷۷، مطبوعہ دار الکتب العربی، دوسرا نسخہ ۳۲۷-۳۲۸ مسئلہ ۸۰۲ فصل ۸۰۵)

یہی ابن قدامہ اس روایت سے دوسری جگہ استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”وهذا ينتشر ولم ينكر ولا بلغنا أن النبي ﷺ أنكره، ولأن ما صحت الصلاة مع كثيره حال العذر لفرق بين قليله وكثيره في غير حال العذر“
اور یہ بہت پھیل گئی مگر اس پر انکار نہیں ہوا اور ہم تک یہ بات بھی نہیں پہنچی کہ نبی ﷺ نے اس کا رد کیا ہو۔ اور اس لئے بھی کہ حالت عذر میں جس چیز کی زیادہ مقدار کے ساتھ بھی نماز صحیح ہو تو عذر نہ ہونے کی حالت میں اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار میں فرق رکھا جائے گا۔
(المغنی ۱/۷۱۸)

پھر اسی میں یہ بھی لکھا ہے:

”قال ابو حنيفة ان انكشف من المغلظة قدر الدرهم أو من المخففة أقل من ربعها لم تبطل وإن كان أكثر بطلت. ولنا هذا شيء لم يرد الشرع بتقديره فارجع فيه إلى العرف“ اور ابو حنیفہ نے کہا: اگر ستر مغلظہ میں سے درہم برابر (ہتھیلی کی چوڑائی برابر) یا ستر مخففہ (شرمگاہ کے علاوہ ستر) میں سے چوتھائی برابر ظاہر ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی اور اگر اس سے زیادہ ہو گئی تو نماز باطل ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اس کی مقدار وارد نہیں تو عرف کی طرف رجوع ہوگا... اور بغیر دلیل کے محض تحکم کے ذریعے مقدار مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (المغنی ۱/۷۱۸)

غازی پوری صاحب! غور فرمائیے کہ جس حدیث کو علامہ ابن قدامہ نے ضعیف کہا، ”ستر“ کے مسئلہ پر اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ عمرو بن سلمہ پر انکار نہیں کیا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ غازی پوری صاحب نے اقوال و افعال صحابہ کو حجت نہ ماننے پر جو سخت فتوے لگائے وہ خود ان فتاویٰ کی زد میں ہیں کہ صحیح بخاری سے ثابت فعل صحابہ کو تسلیم کرنے اور حجت ماننے کے بجائے فقہ حنفی کے دفاع میں عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ پر غلط بیانی سے بھی نہ چوکے۔ اپنے سخت کلام میں جناب نے گڑھا تو دوسروں کے لئے کھودا تھا مگر خود اس میں غرق نظر آتے ہیں۔ پھر ایسے کتنے ہی آثار صحابہ صحیحہ موجود ہیں کہ جنہیں دیوبندی بشمول غازی پوری صاحب تسلیم کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ ملاحظہ کیجئے استاذ گرامی حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون: آثار صحابہ اور آل تقلید (تحقیقی مقالات ۱/ ۲۰۰-۲۱۲) حافظ صاحب کے اس مضمون میں آل تقلید سے مراد بریلویہ اور دیوبندیہ دونوں فرقے ہیں۔

امت مسلمہ کا اتفاق!

غازی پوری صاحب کا زعم ہے کہ شیعہ اور اہل حدیث کے علاوہ پوری امت کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی اقوال و افعال حجت ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غازی پوری صاحب کی معلومات کا کمال ہے، جن ”معلومات“ کی دیوبندی مبالغہ آمیز تعریفوں کے پل باندھتے نظر آتے ہیں۔ ان کے اس دعویٰ کے ابطال کے لئے اب تک ان کتب فقہ اور دیوبندیوں کی کتب سے پیش کردہ حوالے ہی کافی ہیں۔ مزید سنئے کہ دیوبندی، بعض احناف اور بعض اہل حدیث کے علاوہ امت مسلمہ کے دیگر لوگ بھی اسے حجت نہیں سمجھتے۔

۱: عبید اللہ بن مسعود حنفی نے (قول و فعل و مذہب صحابی کے بارے میں) لکھا:
 ”فعند الشافعی رحمه الله تعالى لا يجب“ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ واجب نہیں۔ (التوضیح ج ۲ ص ۱۷، دوسرا نسخہ ص ۴۴)

۲: یہی بات علامہ سرحدی حنفی نے بیان کی۔ دیکھئے اصول السرخسی (۱۰۶/۲)

۳: مؤلف ”المنار“ عبد اللہ بن احمد النسفی نے اسے بیان کیا۔ (دیکھئے کشف الاسرار ۲/ ۱۰۲)

۴: ملا جیون حنفی نے بھی یہی بات نقل کی۔ (دیکھئے نور الانوار ص ۲۱۷)

۵: صاحب شرح الشرح نے بھی یہی بات نقل کی ہے۔ (شرح الشرح علی حاشی ص ۴۴۷)

۶: حسام الدین الاحمشی نے بھی یہی لکھا۔ دیکھئے (الحسامی ص ۱۹۱)

۷: عبد الحلیم لکھنوی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (قرائتار ص ۲۱۷)

۸: صاحب النامی نے بھی اسی طرح کہا۔ (النامی ص ۱۹۱)

۹: علامہ محبت اللہ بہاری نے لکھا:

”ونفاه الشافعی فی القول الجدید“ شافعی نے قول جدید میں اس کی نفی کی ہے۔

(مسلم الثبوت مع فوائذ الرحمت ۲/۲۳۵)

۱۰: علامہ عبد العلی تھانوی نے مسلم الثبوت کی عبارت کی شرح میں لکھا:

”ونفاه الشافعی فی القول الجدید و الشیخ ابو الحسن الکرخی منا و جماعة و علی هذا استمر اصحاب الشافعی و قالوا قوله و قول مجتهد آخر سواء“ شافعی نے قول جدید میں اس کی نفی کی اور ہم میں سے ابوالحسن کرخی اور ایک جماعت نے بھی نفی کی اور اسی پر امام شافعی کے اصحاب قائم رہے اور انھوں نے کہا: صحابی کا اور دوسرے مجتہد کا قول برابر ہے۔ (فوائذ الرحمت ۲/۲۳۵)

۱۱: ابو حامد محمد بن محمد یعنی غزالی نے لکھا:

”وقد ذهب قوم إلى أن مذهب الصحابي حجة مطلقاً، و قوم إلى أنه حجة إن خالف القياس و قوم إلى أن الحجة في قول أبي بكر و عمر خاصة لقوله ﷺ: اقتدوا بالذين من بعدي، و قوم إلى أن الحجة في قوله الخلفاء الراشدين إذا اتفقوا، والكل باطل عندنا، فإن من يجوز عليه الغلط والسهو ولم تثبت عصمته منه فلا حجة في قوله فكيف يحتج بقولهم مع جواز الخطأ، و كيف تدعى عصمتهم من غير حجة متواترة، و كيف يتصور عصمة قوم يجوز عليهم الاختلاف، و كيف يختلف المعصومان، كيف و قد اتفقت الصحابة على جواز مخالفة الصحابة، فلم ينكر أبو بكر و عمر

على من خالفهما بالاجتهاد بل أوجبوا في مسائل الاجتهاد على كل مجتهد أن يتبع اجتهاد نفسه، فانتفاء الدليل على العصمة، ووقوع الاختلاف بينهم و تصریحهم بجواز مخالفتهم فيه ثلاثة أدلة قاطعة“

ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ مذہب صحابی علی الاطلاق حجت ہے، اور ایک قوم اس طرف گئی کہ حجت تو خاص ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے قول میں ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا، اور ایک قوم کا مذہب ہے کہ حجت خلفائے راشدین کے قول میں ہے جب ان کا اتفاق ہو، ہمارے نزدیک یہ سب نظریات باطل ہیں۔ چونکہ جس پر غلطی و سہو کا امکان ہو، اور اس کا معصوم ہونا بھی ثابت نہ ہو اس کے قول میں کوئی حجت نہیں۔ امکان خطا کے باوجود ان کے قول سے کس طرح حجت لی جاسکتی ہے اور متواتر دلیل کے بغیر ان کی عصمت کا تصور کس طرح کیا جاسکتا ہے! اور ایسی قوم کے معصوم ہونے کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے جن کا اختلاف میں پڑ جانا ممکن ہو! اور دو معصوم لوگ کیسے اختلاف کر سکتے ہیں! اور کیسے ہو سکتا ہے جبکہ صحابہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف کے جواز پر متفق ہیں! پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی کوئی مخالفت نہیں کی جنہوں نے اجتہاد میں ان سے اختلاف کیا، بلکہ مسائل اجتہاد یہ میں ہر ایک مجتہد پر یہی لازم کیا کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے پس (۱) عصمت کی دلیل نہ ہونا (۲) صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف کا وقوع (۳) اور اپنی مخالفت کے جواز کی صراحت اس مسئلہ (عدم حجیت) کے تین دلائل قطعہ ہیں۔

(المصنفی ۱/۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، دوسرا نسخہ ۱/۲۶۱-۲۶۲)

پھر اس کے بعد ”وللمخالف خمس شبه“ مخالف کے پانچ شبہات ہیں کہہ کر قائلین حجیت کے پانچ شبہات نقل کئے، پھر ان کے تفصیلی جوابات دیئے، ان کا ذکر خاصی طوالت اختیار کر جائے گا، تفصیل کا شوق رکھنے والے قارئین کرام اصل کتاب کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔

۱۲: صاحب النامی عبدالحق حقانی صاحب نے لکھا:

”وقال الشافعي في قوله الجديد وإليه ذهب كثير من المعتزلة والأشاعرة لا يقلد أحدهم سواء كان مدرّكاً بالقياس أولاً لأنه ظهر فيهم الفتوى بالرأي حيث لا يمكن انكاره واحتمال الخطأ في اجتهادهم ثابت لعدم العصمة كما هو ثابت في اجتهاد سائر المجتهدين ولا فرق بين ما لا يدرك بالقياس من المقادير ونحوها وبين غيره لأنه يحتمل انما اُفتي فيما لا يدرك بالقياس لخبر ظنه دليلاً ولم يكن هو دليلاً في الواقع فلا يكون اجتهاده حجة على غيره من المجتهدين فكيف يترك به القياس“

اور شافعی نے جدید قول میں کہا اور معتزلہ و اشاعرہ میں سے اکثر لوگوں کا یہی مذہب ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی بھی تقلید نہ کی جائے، مسئلہ خواہ مدرک بالقياس ہو یا نہ ہو، چونکہ ان کا رائے سے فتویٰ دینا ایسے ظاہر ہو چکا ہے کہ اس سے انکار ممکن نہیں اور معصوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اجتهاد میں خطا کا احتمال ثابت ہے، جیسا کہ وہ تمام مجتہدین کے اجتهاد میں بھی ثابت ہے اور غیر مدرک بالقياس جیسے مقادیر اور اس طرح کی دیگر چیزوں اور مدرک بالقياس میں کوئی فرق نہیں، چونکہ غیر مدرک بالقياس معاملات میں بھی احتمال ہے کہ انھوں نے کبھی حدیث کو دلیل سمجھ کر وہ فتویٰ دیا ہو جبکہ واقع میں وہ اس بات کی دلیل نہ ہو تو ان کا قول مجتہدین میں سے کسی پر حجت نہیں تو اس کی وجہ سے قیاس کو کس طرح چھوڑا جاسکتا ہے۔“ (النای شرح الحسائی ص ۱۹۱)

شارح نے معتزلہ و اشاعرہ کا بھی یہی مذہب بتلایا ہے، معتزلہ کے بارے میں تو غازی پوری صاحب کلام کی گنجائش رکھتے ہیں لیکن کیا اشعریوں کو بھی رافضی کہیں گے جبکہ علماء دیوبند کے عقائد کی ”متفقہ دستاویز“ المہمد علی المفند میں لکھا ہے:

”ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت... اصول و اعتقادات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی رحمہما علیہ“ (المہمد... ص ۲۹ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

قصہ مختصر کہ بہت سے اشعری بھی قول و فعل صحابی کو حجت نہیں مانتے اور دیوبندی خود

بھی قول و فعل صحابی کو حجت نہیں سمجھتے۔ اشعری و ماتریدی بھی ہیں اور اشعریوں کو حق پر سمجھتے ہیں۔

۱۳: معروف مفسر قاضی بیضاوی نے ”اختلافی دلائل“ کا ذکر کرتے ہوئے ”غیر مقبول اولہ“ میں لکھا: ”الثانی قیل قول الصحابی حجة، و قیل ان خالف القياس و قال الشافعی فی القديم ان انتشر و لم يخالف، لنا قوله تعالى ”فاعتبروا“ يمنع التقليد، و اجماع الصحابة على جواز مخالفة بعضهم بعضا و قياس الفرع على الاصول قیل أصحابی كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم، قلنا المراد عوام الصحابة، قیل اذا خالف القياس فقد اتبع الخبر، قلنا ربما خالف لما ظنه دليلاً ولم يكن“

دوم: کہا گیا کہ قول صحابی حجت ہے اور یہ کہا گیا کہ اگر وہ قیاس کے خلاف ہو اور شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے کہ حجت ہے اگر وہ شائع ہو اور اس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ہمارے لئے دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ترجمہ) اے آنکھ والو عبرت کرو، یہ دلیل تقلید سے روکتی ہے، نیز صحابہ کا ایک دوسرے سے اختلاف کے جواز پر اجماع اور (تیسری دلیل) فرعی مسائل کا اصول پر قیاس کرنا ہے، (قائلین کی طرف سے) کہا گیا (حدیث ہے) میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جن کی بھی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو گے، ہم نے کہا اس سے مراد عام صحابہ ہیں (یعنی خطاب ان سے ہے) کہا گیا اگر کسی صحابی نے قیاس کے خلاف کہا تو حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہوگا، ہم (جواباً) کہتے ہیں کبھی صحابی نے کسی حدیث کو دلیل سمجھ کر قیاس کے خلاف کہا جبکہ وہ اس مسئلہ کی دلیل نہ تھی۔ (المہاج، مطبوعہ دارالین حرم ۲/۹۵۳)

۱۴: سبکی نے اس کی شرح میں کہا:

”اتفق اهل العلم على أن قول الصحابي ليس حجة على صحابي آخر مجتهد كما صرح به القاضي أبو بكر في التفریب والارشاد باختصار امام الحرمین، والمتأخرون منهم الآمدی وغیره، و اختلفوا فی كونه حجة

على التابعين و من عداهم من المجتهدين فذهب الشافعي رضي الله عنه في الجديد والاشاعة والمعتزلة و احمد بن حنبل في إحدى الروايتين والكروخي إلى أنه ليس بحجة مطلقاً، وهو باختيار الامام و الآمدي وعليه جرى صاحب الكتاب و قال آخرون هو حجة مطلقاً وعليه الشافعي في القديم. " اهل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ کا قول دوسرے مجتہد صحابی پر حجت نہیں، جیسا کہ قاضی ابوبکر نے "التقریب" میں اور امام الحرمین کی اختصار کے ساتھ "الارشاد" میں اور متاخرین جن میں آمدی وغیرہ بھی ہیں اس کی صراحت کی ہے اور اس بات پر ان کا اختلاف ہے کہ تابعین اور ان کے علاوہ دیگر مجتہدین پر بھی حجت ہے یا نہیں۔ قول جدید میں امام شافعی اللہ اُن سے راضی ہو نیز اشاعرہ، معتزلہ اور ایک روایت کے مطابق احمد بن حنبل اور کرخ کا مذہب یہی ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں، یہی امام الحرمین و آمدی کا مذہب ہے اور اسی پر صاحب کتاب بیضاوی چلے ہیں۔ اور دیگر نے کہا یہ مطلقاً حجت ہے اور یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ (الاجماع فی شرح المنہاج ۱۵۹/۳)

۱۵: علامہ اسنوی نے منہاج کی عبارت کی شرح میں لکھا: "اتفق العلماء کما قال الآمدي و ابن الحاجب علی أن قول الصحابي ليس بحجة علی أحد من الصحابة المجتهدين و هل هو حجة علی غیرهم؟ حکى المصنف فيه أربعة اقوال... والرابع وهو المشهور عن الشافعي و أصحابه أنه لا يكون حجة مطلقاً." علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ آمدی اور ابن الحاجب نے کہا: مجتہد صحابہ رضی اللہ عنہم پر تو کسی صحابی کا قول حجت نہیں، آیا ان کے علاوہ دوسروں پر بھی حجت ہے یا نہیں؟ مصنف نے اس مسئلہ میں چار اقوال نقل کئے ہیں... چوتھا اور یہی قول امام شافعی اور ان کے اصحاب سے مشہور ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں۔ (نہایہ السؤل فی شرح منہاج الاصول ۲/۹۵۱-۹۵۲)

۱۶: ابن قدامہ الحنبلی صاحب "المغنی" نے لکھا:

"فروی أنه حجة يقدم علی القياس و يخص به العموم و هو قول مالك و

الشافعی فی القديم و بعض الحنفیة و روى ما يدل على أنه ليس بحجة، و به قال عامة المتكلمين و الشافعی فی الجديد، و اختاره ابو الخطاب لأن الصحابی يجوز عليه الغلط و الخطأ و السهو و لم تثبت عصمته“

(امام احمد سے) روایت کیا گیا کہ قول صحابی حجت ہے قیاس پر اسے مقدم کیا جائے گا نیز عموم کی تخصیص کی جائے گی، یہی امام مالک کا اور شافعی کا قول قدیم نیز بعض احناف کا قول ہے (امام احمد سے ایسی بھی) روایت ہے کہ جو دلالت کرتی ہے کہ قول صحابی حجت نہیں اور یہی عام متکلمین نے کہا اور یہی شافعی کا قول جدید ہے، اسی کو ابو الخطاب نے اختیار کیا چونکہ صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی غلطی، خطا اور سہو کا واقع ہونا ممکن ہے اور ان کا معصوم ہونا ثابت نہیں۔

(روضۃ الناظر / ۱-۳۶۶-۳۶۷، مطبوعہ الریان بیروت)

۱۷: خطیب بغدادی نے لکھا: ”إذا قال بعض الصحابة قولاً، ولم ينتشر في علماء الصحابة ولم يعرف له مخالف، لم يكن ذلك اجماعاً وهل هو حجة أم لا؟ فيه قولان أحدهما أنه حجة والقول الثاني ليس بحجة“ اگر بعض صحابہ نے کچھ کہا اور وہ قول علماء صحابہ میں مشہور نہ ہوا اور اس قول کا کوئی مخالف معلوم نہ ہوا تو یہ اجماع تو نہیں، آیا حجت بھی ہے یا نہیں؟ اس کی حجیت کے بارے میں دو قول ہیں، ان میں سے پہلا یہ کہ حجت ہے اور دوسرا یہ کہ حجت نہیں۔ (الفتاویٰ والحدیث / ۱-۳۳۷، مطبوعہ دار ابن الجوزی) پھر اس کے بعد خطیب بغدادی نے قائلین حجیت و عدم حجیت ہر دو کے دلائل بیان کئے۔

۱۸: علامہ عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”واختلف في غيرهما و هو مالم يعلم اتفاقهم ولا اختلافهم“ جن مسائل میں صحابہ کا اتفاق و اختلاف معلوم نہ ہو اس کی حجیت میں اختلاف ہے۔ (الترغیب / ۲-۳۷)

۱۹: ملا جیون خنی نے لکھا: ”يعني في كل ما قال صحابي رضی اللہ عنہ قولاً، ولم يبلغ غيره من الصحابة رضی اللہ عنہم، فحينئذ اختلف العلماء في تقليده، بعضهم يقلدونه وبعضهم لا“ ہر وہ چیز جس میں صحابی نے کچھ کہا اور صحابہ میں سے وہ قول کسی تک نہ پہنچا تو

اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اس کی تقلید کرتے ہیں اور بعض نہیں۔

(نور الانوار/ ۶۱۸ مکتبۃ البشری)

۲۰: جمیل احمد سکروڈی استاذ دارالعلوم دیوبند نے لکھا:

”تقلید صحابہ کے بارے میں اختلاف ہے“ (؟)

یہ بیس (۲۰) حوالے ہیں۔ حوالے تو مزید بھی دیئے جاسکتے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، لیکن فرقہ دیوبندیہ کے ”فخر المحدثین، رئیس المحققین“ غازی پوری صاحب کی تحقیق کا اندازہ لگائیے کہ ”اتفاقی عقیدہ“ ہونے کا بے دلیل اور خلاف حقیقت دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ مدارس عربیہ کے چھٹے، ساتویں درجات کے طلبہ بھی اس حقیقت سے بے خبر، لاعلم و ناواقف نہیں ہو سکتے۔

خود دیوبندی مدارس میں باقاعدہ پڑھائی جانے والی کتب میں بھی اس دعویٰ کے خلاف بہت کچھ موجود ہے مگر ”رئیس المحققین عندال دیوبندیہ“ اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ اسی بنا پر سخت ترین فتوے لگائے بیٹھے ہیں۔

اگر ان کے ایسے سخت فتوؤں کو اہمیت دی جائے اور درست تسلیم کیا جائے تو نتیجتاً امت مسلمہ کے بہت سے ائمہ و اہل علم حضرات کو بے دین رافضی و کافر ماننا پڑے گا، حتیٰ کہ خود ائمہ احناف و اکابر دیوبند کو بھی۔ اب یہ غازی پوری صاحب اور ان کی کتب شائع کرنے والے گھمن صاحب اور ان کے ساتھیوں کی مرضی ہے کہ غازی پوری صاحب کے فتوے درست تسلیم کریں یا ابو حنیفہ، ابو یوسف، ابن فرقد، کرخی، دیوبسی اور اکابر دیوبند کو رافضی مان لیں۔

یہ تو سخت نا انصافی ہوگی کہ جس بات کو بنیاد بنا کر بعض علمائے اہل حدیث کی عدم حجیت اقوال و افعال صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبارات پیش کر کے انہیں خارجی، دشمن صحابہ اور رافضی کہا جائے، ویسی ہی عبارات یا اقوال یا معاملات انہوں کی بھی دیکھیں تو ان کی قصیدہ گوئی میں ہی مگن رہیں۔ الغرض اگر غازی پوری فتوے درست ہیں تو انہیں اپنے بڑوں کو، بلکہ خود اپنے آپ کو بھی رافضی تسلیم کرنا پڑے گا۔ وما علينا إلا البلاغ (ختم شد۔ ۲۰/ جنوری ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

غلام رسول سعیدی اور موضوع (جھوٹی) روایات (قسط نمبر ۲، آخری)

(۷) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانا:

سعیدی صاحب نے اس مفہوم کا عنوان باندھ کر حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصمہانی (م ۴۳۰ھ) کے حوالے سے لکھا ہے:

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں اور انہوں نے بتایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم پر چار تکبیریں پڑھی تھیں اور حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت مصیب نے حضرت عمر پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۹۶، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۹ھ)“ (تمۃ الباری ج ۷ ص ۶۱۷)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”محمد بن زیاد عن میمون بن مهران عن ابن عباس“ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۹۶)
محمد بن زیاد الطحان البشکری الحنفی السیوطی راوی بہت بڑا کذاب ہے، جیسا کہ سابقہ فقرے میں محمد بن زیاد الخ کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے، لہذا یہ روایت بھی موضوع ہے۔
(۸) پندرہ شعبان کی فضیلت اور سنن ابن ماجہ کی ایک موضوع روایت:

سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ سبحانہ اس رات غروب شمس سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، پس فرماتا ہے: سنو! کوئی

بخش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں، سنو! کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں، سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو وہ اس کو عافیت میں رکھوں، سنو! کوئی (وہ یونہی فرماتا رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۳۸۸، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۳۶، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۳۵، جامع المسانید والسنن مسند علی رقم الحدیث: ۴۰۷، اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں معتبر ہے)“ (تبیان القرآن ۱۰/۷۴۵)

یہ روایت جمع الجوامع میں بغیر کسی سند کے اور بحوالہ ابن ماجہ و شعب الایمان للبیہقی مذکور ہے، جبکہ جامع المسانید لابن کثیر میں بحوالہ ابن ماجہ مذکور ہے۔
سنن ابن ماجہ اور شعب الایمان میں اس کی سند درج ذیل ہے:

”ابن ابي سبرة عن ابراهيم بن محمد عن معاوية بن عبد الله بن جعفر عن ابيه عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله ﷺ“
ابوبکر بن عبد اللہ بن محمد بن ابی سبرہ المدنی القرشی العامری:

ابن ابی سبرہ کے بارے میں محدثین کرام کی بعض گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”کان يضع الحديث“ وہ حدیثیں بناتا تھا۔

(کتاب العلل و معرفة الرجال ۱/۵۱۰، فقرہ: ۱۱۹۳، کتاب الجرح والتعديل ۷/۳۰۶، سنن ترمذی، مسائل صالح بن احمد بن حنبل ۲/۳۷۰، رقم: ۱۰۳۹، دوسرا نسخہ: ۸۰۶)

۲: حافظ ابن عدی نے فرمایا: ”وهو في جملة من يضع الحديث“ اور یہ ان لوگوں میں شامل ہے جو حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ (اکمال ۷/۲۷۵، دوسرا نسخہ ۹/۲۰۲)

۳: حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”کان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات“، لا تحل كتابة حديثه ولا الاحتجاج به۔ “وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرنے والوں میں سے تھا، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں اور نہ اس سے استدلال جائز ہے۔ (کتاب الجرح و جہن ۳/۱۴۷، دوسرا نسخہ ۲/۵۰۱)

۴: امام بخاری نے فرمایا: ”منكر الحديث“

(الکامل لابن عری ۷/۲۷۵۱، دوسرا نسخہ ۹/۱۹۸، وسند صحیح)

امام بخاری نے فرمایا: جنہیں منکر الحدیث کہا جائے تو میں ان سے روایت بیان کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ (التاریخ الاوسط ۲/۱۰۷)

نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۱/۶ ت ۳) اور لسان المیزان (۳/۸۳)

۵: عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی نے فرمایا: ”وكان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحل كتابة حديثه ولا الاحتجاج به بحال.“

(الانساب ۳/۲۱۳، السمری)

۶: حاکم نیشاپوری نے فرمایا: ”يروي الأحاديث الموضوعات عن الشيوخ الأثبات...“ (سؤالات مسعود بن علی السجری: ۱۵۳)

۷: ابن الاثیر الجزری نے فرمایا:

”وكان ممن يروي الموضوعات عن الثقات...“

(اللباب فی تہذیب الانساب ۱/۳۲۷، السمری)

۸: نور الدین البیہقی نے فرمایا: ”وفيه أبو بكر بن أبي سبرة وهو كذاب“

(مجمع الزوائد ۶/۲۶۸)

اور فرمایا: ”وفيه أبو بكر بن أبي سبرة وهو وضاع.“ (مجمع الزوائد ۹/۳)

۹: ابن الملقن نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

”وهذا إسناداه، أبو بكر بن أبي سبرة وضاع، كما قاله أحمد وغيره.“

(البدرا المنیر ۷/۱۶۰)

امام نسائی نے فرمایا: ”متروك الحديث“ (کتاب الضعفاء والمترکین: ۶۶۶)

ثابت ہوا کہ یہ روایت ابو بکر بن ابی سبرہ کذاب و متروک کی وجہ سے موضوع ہے، لہذا اسے ”بہت ضعیف“ یا ”صرف ضعیف“ قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: جس راوی کو محدثین کرام نے کذاب، وضاع اور متروک قرار دیا ہو اور جمہور محدثین نے جرح کی ہو، اگر بعض نے اسے ضعیف لکھ دیا ہو تو ایسا راوی کذاہین کے گروہ سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ ضعیف کذاب ہی رہتا ہے۔

ہر کذاب ضعیف بھی ہوتا ہے لیکن ہر ضعیف کا کذاب ہونا ضروری نہیں، لہذا ان دونوں گواہوں میں کوئی تعارض نہیں۔

۹) نبی کریم ﷺ کی والدہ کو قبر میں زندہ کرنے والی روایت:

سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

”پھر امام ابن شاہین نے ان دونوں حدیثوں کی ناخ حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

حدیث محمد بن الحسن بن زیاد نا احمد بن یحییٰ نا ابو عروہ محمد بن یحییٰ الزہری نا عبد الوہاب بن موسیٰ الزہری از عبد الرحمن بن ابی الزناد از هشام بن عروہ ان عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی ﷺ مقام حجون پر افسردہ اور غمزہ اترے، جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے رہے پھر آپ خوشی خوشی لوٹے، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مقام حجون پر غمزہ اترے تھے پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے پھر آپ خوشی خوشی لوٹے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔ (الناخ والمسنوخ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴، رقم الحدیث: ۶۳۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)“

(تبیان القرآن ج ۸ ص ۴۹۹-۵۰۰)

ابو بکر محمد بن الحسن بن زیاد القشاش المفسر الموصلی البغدادی:

اس روایت کے پہلے راوی محمد بن الحسن بن زیاد کے بارے میں محدثین کرام کی

گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: حافظ ذہبی نے فرمایا: ”فانہ کذاب“ (میزان الاعتدال ۵۱۶/۳ ت ۷۳۹۰)

ابو عمرو الدانی نے نقاش مذکور کی تعریف کی تو ذہبی نے فرمایا: ”ولم يخبره“ اور انھیں اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ (میزان الاعتدال ۳/۵۲۰ تا ۷۲۰۲)

ظاہر ہے کہ بے خبری اور بے علمی کی بات حجت نہیں ہوتی، چہ جائیکہ جمہور کی جرح کے مقابلے میں اسے کھڑا کر دیا جائے۔

۲: خطیب بغدادی نے فرمایا: ”وفی أحاديثه مناكير بأسانيد مشهورة“ اور اس کی بیان کردہ روایتوں میں مشہور سندوں کے ساتھ منکر حدیثیں ہیں۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۰۲ تا ۲۳۵)

خطیب نے دو روایتیں ذکر کر کے فرمایا:

”و أقل مما شرح في هذين الحديثين تسقط به عدالة المحدث و يترك الاحتجاج به.“ ان دونوں روایتوں سے کم از کم یہی واضح ہے کہ راوی کی عدالت ساقط ہے اور اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۰۳ تا ۲۰۵ منہجاً)

۳: ابوبکر البرقانی نے فرمایا: ”كل حديثه منكر“ اس کی (بیان کردہ) ہر حدیث منکر ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۰۵)

بریلویہ و دیوبندیہ کے معتمد علیہ محمد زاہد الکوثری نے لکھا ہے:

”أقول: النقاش صاحب شفاء الصدور كذاب زائع من أسقط خلق الله...“ میں کہتا ہوں: شفاء الصدور (کتاب) والا نقاش کذاب گمراہ ہے، وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے گمراہ ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۷۲)

صاحب کنز العمال نے بھی ابن زیاد النقاش کو متہم قرار دیا ہے۔ (۱۰/۳۱۳ تا ۲۹۵۶۳)

محمد طاہر ثنی نے لکھا ہے: ”منكر الحديث يكذب“ (تذکرۃ الموضوعات ص ۲۸۹)

تنبیہ: طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد نام کا ایک معتزلی مجروح تھا جس نے مسند ابی حنیفہ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ خوارزمی حنفی نے اس کے بارے میں غلو کرتے ہوئے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے جامع المسانید ۲/۴۸۷)

اس طلحہ بن محمد نے ابن زیاد النقاش کے بارے میں کہا:

”كان يكذب في الحديث والغالب عليه القصص.“

وہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا اور عام طور پر قصے بیان کرتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۰۵)

اس روایت کی سند طلحہ بن محمد تک صحیح ہے۔

اگر کوئی کہے کہ علی بن ایوب الکعبی نے ابن زیاد النقاش کی متابعت کی ہے تو اس کا

جواب یہ ہے کہ کبھی مذکور غیر معروف ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۲/۱۹۲، دوسرا نسخہ ۲/۷۱۳)

بلکہ یہ بھی علی بن احمد الکعبی ہے جو مصری متہم ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ۲/۱۹۲، دوسرا نسخہ ۲/۷۱۳)

صاحب لسان نے امام دارقطنی سے اس کی اس روایت کے بارے میں نقل کیا۔

یہ سند اور متن کی رو سے باطل ہے الخ۔ (لسان المیزان ۲/۱۹۳، دوسرا نسخہ ۲/۷۱۳)

اب اس سند کے دوسرے راوی کا تذکرہ پیش خدمت ہے:

احمد بن یحییٰ الحضرمی: اس کے ساتھ یہ منسوب ہے کہ اس نے مکہ میں حدیث بیان کی۔

ہمیں کسی کتاب میں اس راوی کی کوئی توثیق نہیں ملی اور نہ غلام رسول سعیدی صاحب کوئی

توثیق پیش کر سکے ہیں، تاہم انہوں نے حافظ ابن حجر کے کلام سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی

ہے کہ یہ احمد بن یحییٰ بن زکیر المصری ہے۔ (تبیان القرآن ۸/۵۰۲)

عرض ہے کہ اس دعوے کی کوئی دلیل موجود نہیں، نیز یہ ابن زکیر بھی سخت مجروح ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا: ”لیس بشی فی الحديث“ وہ حدیث میں کوئی چیز نہیں۔

(المؤتلف والمختلف ۲/۱۱۰۵، لسان المیزان ۱/۳۲۳، دوسرا نسخہ ۱/۳۹۰)

اسے کہتے ہیں کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

ہم تو کہہ رہے تھے کہ یہ راوی مجہول ہے، جبکہ سعیدی صاحب نے اسے مجروح ثابت

کر دیا۔

اس سند کے تیسرے راوی کا تذکرہ درج ذیل ہے:

ابوغزیه محمد بن یحییٰ الزہری المدنی:

اس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ”یضع“ وہ (روایات) گھڑتا تھا۔

(الضعفاء والمترکون: ۲۸۱)

معلوم ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب نے چُن چُن کرو ضاعین کی روایات اکٹھی کر رکھی ہیں اور وہ اس طریقے سے اپنی کتابوں کا حجم بڑھانا چاہتے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں محدثین کرام کی گواہیاں:

اب خاص اس روایت کے بارے میں محدثین کرام کی چند گواہیاں پیش خدمت ہیں:

۱: ابوالفضل ابن ناصر نے فرمایا: ”هذا حديث موضوع، و أم رسول الله ﷺ

ماتت بالأبواء بين مكة و المدينة و دفنت هناك وليست بالحجون“۔

یہ روایت موضوع ہے، رسول اللہ ﷺ کی والدہ مکے اور مدینے کے درمیان ابواء کے مقام پر فوت ہوئیں اور وہیں ان کی قبر بنی، انھیں حجون (مکہ) میں دفن نہیں کیا گیا۔

(الموضوعات لابن الجوزی ۱/۲۸۴ دوسرا نسخہ ۱۳/۱۳)

امام ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد بن علی بن عمر السلاوی البغدادی رحمہ اللہ (م ۵۵۰ھ) بڑے ثقہ امام تھے۔ انھیں ابن الجوزی، ابوسعید السمعی اور ابن التجار وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۶۷-۲۶۹)

حافظ ذہبی نے انھیں ”ثقة ثبت إمام“ کہا۔ (تاریخ الاسلام ۳/۴۱۰)

امام محمد بن ناصر نے اپنے دعویٰ پر یہ تاریخی دلیل بھی پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ابواء (مدینے کے قریب ایک مقام) میں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

(دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی، السيرة النبوية ص ۵۰)

سعیدی صاحب اپنی لکھی ہوئی ضخیم جلدوں کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ ابواء میں نہیں بلکہ مکے میں فوت ہوئی تھیں اور حجون (مکہ) میں ہی ان کی قبر بنی۔

۲: حافظ ابن الجوزی نے فرمایا: ”هذا حديث موضوع بلا شك“ إلخ

بے شک یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

(کتاب الموضوعات ۱/۲۸۴، دوسرا نسخہ ۱۲/۲)

۳: حافظ ذہبی نے خاص اس روایت کے بارے میں فرمایا:

”فإن هذا الحديث كذب...“ بے شک یہ روایت جھوٹ ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/۲۸۴ تا ۵۳۲۶)

۴: امام دارقطنی نے بھی اسے منکر باطل قرار دیا۔ (لسان المیزان ۱/۹۱)

۵: حسین بن ابراہیم جورقانی نے کہا: ”هذا حديث باطل“

(الاباطیل والنکیر ۱/۲۲۳ ح ۲۰۷)

ملا علی قاری حنفی نے کہا: یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ ابن دجیہ نے کہا اور میں نے

اس مسئلے پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ (الاسرار المفرد فی الاخبار الموضوعہ ص ۸۸ رقم ۱۶)

ہمارے علم کے مطابق ابن شاہین (الناسخ والمنسوخ ح ۶۵۶، دوسرا نسخہ: ۶۴۶) کی

اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے صحیح یا حسن نہیں کہا، اور کبار محدثین کے مقابلے میں سیوطی وغیرہ تساہلین کی آراء کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس موضوع روایت کے شواہد بھی موضوع و مردود ہیں۔

تنبیہ: مشہور صحیح حدیث ”أرم فداك ابي وامی“ کی رو سے نبی کریم ﷺ کے

والدین کے بارے میں سکوت کرنا ہی بہتر ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نازک

مسئلے پر سعیدی و سیوطی وغیرہا موضوع و بے اصل روایات بیان کرنا شروع کر دیں یا صحیح

احادیث کا انکار کر دیں۔

۱۰: جمعہ کے دن مرنے والے پر شہداء کی مہر:

غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے:

”اور امام ابو نعیم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص

جمعہ کی رات کو یا جمعہ کے دن فوت ہوا اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور جب وہ

قیامت کے دن آئے گا تو اس پر شہداء کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۵۵)
اس کی سند میں عمر بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔“ (تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۸۶)
اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”عمر بن موسیٰ بن الوجیہ عن محمد بن المنکدر عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ“

عرض ہے کہ عمر بن موسیٰ الوجیہ صرف ضعیف نہیں بلکہ کذاب اور وضاع بھی ہے، جیسا کہ درج ذیل محدثین کرام کی گواہیوں سے ثابت ہے:
عمر بن موسیٰ بن وجیہ الوجیہ النخعی الحمصی:

۱: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”کذاب لیس بشی“

وہ کذاب ہے، کوئی چیز نہیں۔ (سوالات ابن الجندی: ۵۳۵)

۲: ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ”متروک الحدیث، ذاہب الحدیث، کان یضع الحدیث“ (کتاب المخرج والتعذیل ۱/۱۳۲ تا ۷۲۷)

۳: اسماعیل بن عیاش نے عمر بن موسیٰ الوجیہ سے کہا: تو نے خالد بن معدان سے کس سن میں سنا تھا؟ اس نے کہا: ۱۰۸ھ میں۔ اسماعیل بن عیاش نے فرمایا: تو نے اُن کی وفات کے چار سال بعد سنا ہے!!

پھر پوچھا: تو نے اُن سے کہاں سے سنا تھا؟ اس نے کہا: ارمینہ اور آذربائیجان میں۔ انھوں نے فرمایا: وہ (خالد بن معدان رحمہ اللہ) کبھی ارمینہ اور آذربائیجان میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ (کتاب المخرج والتعذیل ۱/۱۳۲، سند حسن)

۴: حافظ ابن عدی نے فرمایا: ”وہو بین الأمر فی الضعفاء وھو فی عداد من یضع الحدیث متناً و إسناداً“ اور ضعیف راویوں میں اس کا معاملہ واضح ہے، وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو سند اور متن کے لحاظ سے حدیثیں گھڑتے تھے۔

(الکامل ۵/۱۶۷۳، دوسرا نسخہ ۶/۲۳)

امام ابن عدی کے اس قول سے ثابت ہوا کہ ضعیف راوی کذاب بھی ہو سکتا ہے، لہذا ضعیف اور کذاب کہنے میں کوئی تعارض و تقاض نہیں۔

۵: حافظ ذہبی نے فرمایا: ”وضاع“ وہ احادیث گھڑنے والا ہے۔

(تخصیص المسند رک ۳/۱۲۲ ح ۳۶۲۶)

۶: یثیمی نے فرمایا: ”وہو کذاب“ (مجموع الرواۃ ۸/۳۹)

اور فرمایا: ”وہو وضاع“ (مجموع الرواۃ ۵/۱۳۵)

۷: حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”کان ممن یروی المناکیر عن المشاہیر فلما کثر [فی] روايته عن الثقات مالا یشبہ حدیث الاثبات، خرج عن حد العدالة فاستحق التروک۔“ وہ مشہور راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتا تھا، پھر جب اس کی روایتوں میں ثقہ راویوں سے ایسی روایتوں کی کثرت ہو گئی جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں تو وہ حد عدالت سے نکل گیا پھر متروک قرار دیئے جانے کا مستحق ٹھہرا۔

(کتاب المحرر و من ۲/۸۶، دوسرا نسخہ ۲/۵۸)

۸: امام بخاری نے فرمایا: ”منکر الحدیث“

(التاریخ الکبیر ۶/۱۹۷، الکامل لابن عدی ۵/۱۶۷، دوسرا نسخہ ۶/۱۳، دسندہ صحیح)

۹: سیوطی نے بھی سخت مسائل اور حاطب اللیل ہونے کے باوجود لکھا:

”یضع“ وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔ (الملائی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۲/۳۱۲)

ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ سعیدی صاحب نے تفسیر قرآن اور شرح صحیح بخاری کے نام سے موٹی موٹی کتابیں لکھ کر کذاب راویوں کی موضوع روایات سے استدلال کیا ہے اور بعض جگہ موضوع روایتوں کو صرف ضعیف کہہ کر ”فضائل اعمال میں انھیں معتبر“ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

سعیدی صاحب کی بیان کردہ موضوع روایات اور بھی بہت ہیں۔ مثلاً دیکھئے:

۱: غلام رسول سعیدی، حیلہ اسقاط اور ایک موضوع روایت

(طبع ماہنامہ اشاعت الحدیث صفحہ: ۱۰۳ ص ۴۲-۴۵)

۲: غلام رسول سعیدی: ایک موضوع روایت اور قربانی کا وجوب؟ (تاحال غیر مطبوع)

سعیدی صاحب نے بہت سی بے اصل و بے سند روایات بھی لکھ رکھی ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا کسی وعدے پر اس جگہ ایک سال انتظار کرنا۔

(تبیان القرآن ۷/۲۹۰ بحوالہ تفسیر کبیر للرازی ۷/۵۴۹)

۲: موطاً امام مالک کی بے سند و بے اصل روایت کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنادوں۔“

(نعمۃ الباری ۲/۳۰۱)

اگر سعیدی صاحب یا آل بریلی کو اس روایت کی کوئی سند مل گئی ہے تو پیش کریں، ورنہ موطا کا نام لے کر رعب جمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب کی مذکورہ تین کتابوں (تبیان القرآن، نعمۃ الباری یا نعم الباری اور شرح صحیح مسلم) میں اور بھی بہت سی موضوع، من گھڑت، باطل، مردود اور ضعیف روایات، نیز مردود و باطل آثار اور ائمہ کی طرف منسوب اقوال موجود ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ان کی تحریرات و تحقیقات پر اعتماد صحیح نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سعیدی صاحب کو اس جرم عظیم سے توبہ کرنے کی استطاعت دے اور ہم سب کو ہمیشہ سچ لکھنے، سچ بیان کرنے سچ پڑھنے، سچ سننے اور سچ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غلام رسول سعیدی صاحب کا امام ابو حنیفہ سے اختلاف:

سعیدی صاحب نے کئی اہم مسائل میں اپنے مزعوم امام سے اختلاف کر رکھا ہے۔ مثلاً:

۱: سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

”امام اعظم نے احادیث کو قبول کرنے کے لیے بڑی کڑی شرطیں عائد کی ہیں اور اس سلسلہ میں

جو اصول اور قواعد مقرر فرمائے ہیں، وہ آپ کی دور رس نگاہ اور تھقہ پڑتی ہیں۔“

(تذکرۃ الحمدین ص ۸۲)

عرض ہے کہ سعیدی صاحب نے ان مزمومہ کڑی شرطوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور امام ابوحنیفہ کے مزمومہ اصول و قواعد کا جنازہ نکالتے ہوئے اپنی تصنیفات میں کذاب، متروک اور مجروح راویوں کی موضوع و مردود روایات سے بے تحاشا استدلال کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ روایت حدیث میں احتیاط سے ہزاروں لاکھوں میل دور ہیں۔

۲: امام ابوحنیفہ کا مشہور قول ہے کہ ”ما رایت أحداً أكذب من جابر الجعفی“ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ (العلل الصغیر للترمذی ص ۳۲ و سند حسن) یہ قول اسماء الرجال کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

تاریخ ابن معین (روایۃ الدورۃ: ۱۳۹۸) الکامل لابن عدی (۲/۵۳۷، دوسرا نسخہ ۲/۳۲۷) کتاب الضعفاء للعقلمی (۱/۱۹۶ تا ۲۳۰) کتاب البحر و صین لابن حبان (۱/۲۰۹ دوسرا نسخہ ۱/۲۳۶) میزان الاعتدال (۱/۳۸۰ تا ۱۳۲۵) تہذیب الکمال (۱/۴۳۱) تہذیب التہذیب (۲/۴۸، دوسرا نسخہ ۲/۴۲) وغیر ذلک۔

حنفیوں نے بھی جابر جعفی پر امام صاحب کی یہ جرح نقل کر رکھی ہے۔ مثلاً دیکھئے مغانی الاختیار فی شرح اسماء رجال معانی الآثار للعینی (۱/۱۳۶)

حنفیوں کو دُور چھوڑیے! بریلو یہ کے ”امام“ احمد رضا خان نے بھی امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ ”اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا“ (فتاویٰ رضویہ ۵/۶۰۸)

جابر جعفی کی اگرچہ بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے لیکن جمہور محدثین اس پر شدید جرح کی ہے، مثلاً امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”وکان جابر الجعفی کذاباً“ اور جابر جعفی کذاب تھا۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدورۃ: ۱۳۹۷)

حافظ ابن حجر اور حافظ عراقی نے فرمایا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(طبقات الدلسین ۵/۱۳۳، تخریج احیاء العلوم ۴/۲۸۵)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کذاب راوی جابر الجعفی کی روایت سے سعیدی صاحب نے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، طبع خاص ۱۹۹۵ء) جس شخص کو اپنے مزعوم امام کی گوی پر ہی اعتماد نہ ہو، وہ کس منہ سے اپنے آپ کو حنفی باور کرانے کی کوشش کرتا ہے!؟

ہم نے آلِ تقلید کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اگر کوئی راوی ان کی من پسندیدہ روایت کی سند میں ہو تو اس کی توثیق ثابت کرنے میں جُت جاتے ہیں اور زمین و آسمان کے قلابے ملانے میں لگن ہو جاتے ہیں، لیکن اگر یہی راوی ان کی مرضی کے خلاف کسی روایت میں ہو تو اسی پر قسم قسم کی جرحیں شروع کر دیتے ہیں۔ کیا موت کا وقت قریب نہیں ہے!؟

(۱۳/ اپریل ۲۰۱۳ء)

اہل بدعت کی ایک بڑی نشانی *

سلام بن ابی مطیع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایوب (السخنیانی) نے اہل بدعت میں سے ایک آدمی کی طرف دیکھا تو فرمایا: میں اس کے چہرے پر ذلت (کے آثار) دیکھ رہا ہوں۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”جو لوگ پھڑے کو (پرستش کے لئے) لے بیٹھے ہیں عنقریب ان پر ان کے رب کا غضب نازل ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (اس کے علاوہ)، اور ہم افترا پردازوں کو (ان کے کرتوتوں کا) اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ (الاحزاب: ۱۵۳، الکتاب ص ۱۰۳)

پھر انھوں نے فرمایا: یہ ہر مفتری (کذاب باطل پرست) ہے۔

سلام بن ابی مطیع نے فرمایا: ایوب (السخنیانی رحمہ اللہ) اہل بدعت کو خوارج کے نام سے موسوم کرتے اور فرمایا: خوارج کے ناموں میں اختلاف ہے مگر وہ (امت یعنی صحیح العقیدہ مسلمانوں پر) تکوار چلانے (یعنی مسلمانوں کا قتل عام کرنے) پر اکٹھے ہیں۔

(المجہدات: ۱۳۶، وسند صحیح)

نوید شوکت (ڈربی۔ برطانیہ)

”ڈاکٹر“ اشرف جلالی (بریلوی) اور ضعیف روایت

”ڈاکٹر“ اشرف جلالی صاحب جو کہ کئی سالوں سے پاکستان کے مختلف شہروں میں ”عقیدہ توحید سمینار“ کے نام سے مختلف پروگرام کر رہے ہیں اور جو بریلوی حضرات شرک و بدعات کرتے ہیں اسے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، شرک و بدعات کے جواز کے لئے ضعیف و موضوع روایات، غیر ثابت اور جھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں انھوں نے نبی کریم ﷺ سے مانگنے کے بارے میں ایک روایت پیش کی ہے کہ نبی ﷺ سے مانگنا جائز ہے اور کہا: ”یہ عقیدہ تو صحابہ کا بھی تھا، تابعین کا بھی تھا اور تبع تابعین کا بھی تھا۔ یہ عقیدہ ساری صدیوں میں موجود رہا ہے اور آج بھی اس عقیدے پر امت مسلمہ موجود ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کے فرامین اور امت کا عمل پر یکٹیکل پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو واضح ہو کہ اہلسنت (یعنی اہل بدعت) کھوکھلی بنیادوں والا مذہب نہیں ہے۔“ ایک اور بیان میں جلالی صاحب نے کہا: ”نبی ﷺ کے وصال کے بعد اٹھارہ (۱۸ھ) ہجری کو جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا تو اس وقت صحابہ کا عقیدہ کیا تھا؟“ اس کے لئے انھوں نے البدایہ والنہایہ سے روایت پیش کی اور کہا: ”پوری سند کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور چونکہ ان کے امام نے بھی کہا ہے کہ یہ بالکل صحیح الاسناد ہے۔“ اور کہا: ”کسی کو بہانے کی گنجائش نہیں دیں گے اور اگر کسی کا بہانہ ہوا بھی تو آخری سانس تک اس سند کو پاورفل (POWERFUL) ثابت کریں گے۔“

ایک بیان میں انھوں نے اس روایت کو ابن ابی شیبہ کے حوالے سے پیش کیا اور کہا: حافظ ابن حجر نے اس کو فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے۔

”مالک الدار کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا، پس ایک آدمی نبی ﷺ کی قبر کی طرف آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اپنی امت کے لئے بارش

طلب کیجئے پس بیشک وہ ہلاک ہو رہے ہیں تو رسول اللہ (ﷺ) اس کی خواب میں آئے اور کہا: عمر کے پاس جا اور اس کو میرا سلام کہنا اور خبر دینا کہ بارش ہوگی اور عمر کو کہنا کہ دانائی لازم پکڑو۔ پس آدمی آیا اور خبر دی عمر کو تو انھوں نے کہا: اے میرے رب میں کمی نہیں کروں گا مگر جس سے میں عاجز آ گیا۔“ (یعنی کلام الجلالی البریلوی)

یہ روایت مختلف کتابوں میں موجود ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) محدث بیہقی نے اس کو دلائل النبوة میں نقل کیا:

أخبرنا أبو نصر بن قتادة و أبو بكر الفارسي قالا: حدثنا أبو عمر ابن مطر: حدثنا إبراهيم بن علي الذهلي: حدثنا يحيى بن يحيى: حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك قال ... إلخ (جلد ۷)

اور یہی سند حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں بحوالہ بیہقی درج کی ہے۔ (ج ۷ ص ۸۹)

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کی سند اس طرح ہے: حدثنا أبو معاوية عن

الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار قال ... إلخ (ج ۷ ص ۸۸)

(۳) فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اسی روایت کو ذکر کیا۔

حافظ ابو یعلیٰ الخلیلی نے اسے اس طرح روایت کیا ہے: حدثنا محمد بن الحسن بن

الفتح: حدثنا عبد الله بن محمد البغوي: حدثنا أبو خيثمة: حدثنا محمد بن

خازم الضريو: حدثنا الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار ... (الارشاد ج ۱ ص ۳۱۳)

اس کی تمام سندوں میں ایک راوی ہیں جس کا نام ہے سلیمان بن مہران الأعمش اور

وہ مشہور مدلس ہیں، اس روایت کی کسی بھی سند میں ان کی تصریح بالسماع نہیں، اور امام اعمش

کو بہت سے علماء نے مدلس قرار دیا ہے۔

۱: انھیں ان کے شاگرد امام شعبہ نے مدلس قرار دیا۔

(دیکھئے جزء مسئلۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۴۷ و سندہ صحیح)

۲: اعمش کو ان کے شاگرد ابو معاویہ نے بھی مدلس قرار دیا۔ (التاریخ الکبیر ۱/۴۷ و سندہ صحیح)

۳: ابو زرہ الرازی نے فرمایا: ”الاعمش ربما دلس“ اعمش بعض اوقات تدلیس کرتے تھے۔ (علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۴، رقم ۹)

۴: ابو حاتم الرازی نے بھی انھیں مدلس قرار دیا۔ (علل الحدیث: ۲۱۱۹، الجرح والتعديل ۱۷۹/۸)

۵: امام عثمان بن سعید الدارمی نے انھیں تدلیس الترویہ کا مرتکب قرار دیا۔

(تاریخ الدارمی: ۹۵۲)

۶: امام بخاری نے اعمش کی ایک معتمد روایت پر اعتراض کیا۔

(التاریخ الاوسط ۲/۸۰۱ ج ۵۵۰، التلخیص ۵۱/۱)

۷: علامہ نووی نے کہا: ”والاعمش مدلس ... إلخ“ اور اعمش مدلس تھے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲ ج ۱۰۹)

۸: عینی حنفی نے بھی اعمش کو مدلس قرار دیا۔ (عمدة القاری ۲/۳۳۵ تحت ج ۱۱۶۰)

اس کے علاوہ بھی کئی علماء نے امام اعمش کو مدلس قرار دیا ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے جب تک تصریح بالسماع نہ کرے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فقلنا: لا نقبل من مدلس حدیثاً حتی یقول فیہ حدثنی أو سمعت“ پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے۔ (کتاب الرسال: ۱۰۳۵)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فما لم یقل المدلس و إن کان ثقة حدثنی أو سمعت فلا یجوز الاحتجاج بخبره، و هذا أصل أبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله و من تبعه من شیوخنا“

پس جب تک مدلس اگر ثقہ ہو، حدثنی یا سمعت نہ کہے تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں اور یہ ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کی اصل ہے اور ہماری اساتذہ کا اصول ہے جنہوں نے اس میں ان کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔ (کتاب الجرح وین ج ۱ ص ۹۲)

اعمش اپنے نزدیک غیر ثقہ راوی سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

(دیکھئے کتاب الضعفاء للعقيلي ۳۰۱/۱ نسخہ آخری ۳۲۲/۱ نسخہ جدیدہ ۱۳۸/۲، وسندہ حسن لذاتہ)

جو راوی ضعیف راویوں سے تدریس کرے تو اس کی معصن روایت مردود ہوتی ہے۔

(الموطأ للذہبی ص ۱۳۲، المعصن)

کئی علماء جو اس فن کے ماہر تھے، انھوں نے بھی الأعمش عن ابی صالح کی سند سے روایات کو اعمش کی تدریس کی وجہ سے رد کر دیا ہے۔ مثلاً:

۱: امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

”حدیث الأعمش عن أبي صالح الإمام ضامن، لا أراه سمعه من أبي صالح“ اعمش کی ابوصالح سے الامام ضامن والی حدیث، میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے اسے ابوصالح سے سنا ہے۔ (تقدمه الجرح والتعديل ص ۸۲)

۲: حاکم نیشاپوری نے ایک حدیث کے بارے میں کہا: ”لم يسمع هذا الحديث الأعمش من أبي صالح“ اعمش نے ابوصالح سے یہ حدیث نہیں سنی۔

(معروف علوم الحديث ص ۲۵)

۳: بیہقی نے فرمایا: ”و هذا الحديث لم يسمعه الأعمش باليقين من أبي صالح ... إلخ“ اور یہ حدیث اعمش نے یقیناً ابوصالح سے نہیں سنی۔ إلخ

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۲۰)

۴: امام دارقطنی نے الأعمش عن ابی صالح والی ایک روایت کے بارے میں کہا:

”و لعل الأعمش دلسه عن حبيب و أظهر اسمه مرة والله أعلم“

اور شاید اعمش نے حبیب سے تدریس کی اور ایک دفعہ اس کا نام ظاہر کر دیا۔ واللہ اعلم

(العلل الواردة ج ۱ ص ۹۵)

اس سے پتا چلا کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر کا اس روایت کو صحیح کہنا اصولی حدیث کی رو سے درست نہیں بلکہ اصول محدثین کی رو سے یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے اور جب تک امام الأعمش کی تصریح بالسماح نہیں مل جاتی اس وقت تک یہ روایت ضعیف

ہی ہے۔ ”ڈاکٹر“ صاحب کا یہ کہنا کہ ہم اس سند کو پاؤر فل ثابت کریں گے (!) اس پر زور لگانا بے سود ہے جب تک اس روایت میں تصریح بالسماع ثابت نہ کر دی جائے۔ ”ڈاکٹر“ صاحب اور فرقہ بریلویہ سے گزارش ہے کہ اگر ان کو یہ مضمون پہنچے تو وہ اس کو پڑھ کر اس پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب اصول حدیث کی رو سے دیں۔

یہ تو محدثین کی گواہیاں تھیں، آخر میں ہم ”ڈاکٹر“ صاحب کے گھر سے بھی ایک گواہی دے دیتے ہیں، محمد عباس رضوی صاحب نے ایک روایت کو جو الامش عن ابی صالح... الخ کی سند سے تھی اس کے بارے میں کہا: ”اور چونکہ اس سند میں بھی امام امش رحمۃ اللہ علیہ نے عن سے روایت کی وہ چونکہ مدلس ہیں لہذا یہ روایت ناقابل قبول ہے۔“ (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۴)

اس روایت میں جو علت ہے وہی علت مالک الدار والی روایت میں بھی ہے اور اگر یہ ضعیف ہے تو وہ صحیح کیسے ہوگئی؟ اس کے علاوہ الارشاد والی سند میں ایک اور راوی محمد بن الحسن بن الفتح ہے جو کہ مجہول الحال ہے اس کی حالات کہیں نہیں ملے، لہذا ابو معاویہ (مدلس) کی تصریح سماع میں بھی نظر ہے۔ تو ایسی ضعیف اور غیر ثابت روایتیں پیش کر کے عوام کو دھوکہ دینا اور ان کو یہ باور کرانا کہ صحابہ کا بھی یہی عقیدہ تھا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر الزام ہے۔ ”ڈاکٹر“ صاحب کی تقریروں میں اس طرح کی بہت سی روایات پائی جاتی ہیں کیونکہ بریلویت کی گاڑی چلتی ہی ضعیف اور مردود روایات کے سہارے پر ہے۔

اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی ”ڈاکٹر“ صاحب کو یہ مفید نہیں تھی کیونکہ بریلوی حضرات کا یہ باطل قاعدہ ہے کہ عقائد میں اخبار آحاد صحیح بھی حجت نہیں، جیسا کہ بریلویت کے بانی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

”عقائد میں حدیث آحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۷۷)

اگر صحیح روایت خبر واحد عقیدے میں حجت نہیں تو پھر ”ڈاکٹر“ صاحب ضعیف روایات کے ذریعے سے اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لئے کیوں دن رات کوشش کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح روایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی

بنو حکم (بن ابی العاص) کا منبر رسول پر بندروں کی طرح اچھلنا گودنا

امام ابو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”حدثنا مصعب بن عبد الله: حدثني ابن أبي حازم عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ رأى في المنام كأن بني الحكم ينزون على منبره وينزلون فأصبح كالمتغيظ وقال: مالي رأيت بني الحكم ينزون على منبري نزو القردة؟“ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا، گویا آپ کے منبر پر بنو حکم چڑھ رہے ہیں اور اتر رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو گویا آپ غصے میں تھے اور آپ نے فرمایا: کیا ہے کہ میں نے بنو حکم کو دیکھا: وہ میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود رہے تھے؟ (مسند ابی یعلیٰ ج ۱۱ ص ۳۳۸ ح ۶۴۶۱)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱: مصعب بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر الزبیری القرشی الاسدی رحمہ اللہ (م ۲۳۶ھ)، ان سے ابو داؤد فی غیر السنن، عبد اللہ بن احمد بن حنبل، مسلم بن الحجاج خارج الصحیح ليعقوب بن سفيان الفارسي، ابو زرعة الرازي اور ابو حاتم الرازي نے روایت بیان کی اور یہ سب اپنے نزدیک (عام طور پر) ثقہ سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”مستثبت“ (سوالات ابی داؤد: ۵۹۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”ثقة“ (تاریخ بغداد ۱۳/۱۱۳ ت ۷۰۹۶ و سندہ حسن)

امام دارقطنی نے فرمایا: ”ثقة“ (تاریخ بغداد ۱۳/۱۱۳، و سندہ صحیح)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۱۷۵/۹)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”العلامة الصدوق الإمام“ (سیر اعلام النبلاء ۱۷/۳۰)

اور فرمایا: ”ثقة غمز للوقف“ ثقہ ہیں، ان پر (قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں) توقف کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ (اکاشف ۳/۱۵۰ تا ۵۳۶۲)
حاکم اور ذہبی دونوں نے مصعب بن عبد اللہ کی بیان کردہ ایک حدیث کو صحیح کہا۔
(المسند رک ۲/۲۲۲ ح ۶۷۷۲ و تخریجہ)

ضیاء المقدسی نے المختارہ میں ان سے حدیث بیان کی۔ (۵/۲۵۳ ح ۱۸۸۱)
حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”صدوق عالم بالنسب.“ (تقریب المعجزات: ۶۶۹۳)
جمہور کی اس توثیق سے ثابت ہوا کہ وہ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔
۲: عبد العزیز بن ابی حازم سلمہ بن دینار رحمہ اللہ، صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔
حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”صدوق فقیہ“ (تقریب المعجزات: ۴۰۸۸)
حافظ ذہبی نے ایک شاذ جرح کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
”بل هو حجة في أبيه وغيره.“ (سير اعلام النبلاء ۸/۳۶۴)
جمہور کی توثیق کے بعد ان پر جرح مردود ہے۔

۳: علاء بن عبد الرحمن بن یعقوب صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔

۴: عبد الرحمن بن یعقوب صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب المعجزات: ۴۰۴۶)
ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ حاکم نے اس مفہوم کی حدیث مسلم بن خالد الزنجی (ضعیف ضعفہ الجمهور) عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة کی سند سے بیان کی۔ (المسند رک ۲/۲۸۰ ح ۸۲۸۱)

زنجی کی اس روایت کو حاکم نے صحیحین کی شرط پر اور ذہبی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔
زنجی کی متابعت تمامہ عبد العزیز بن ابی حازم نے کر رکھی ہے۔

شیخ البانی نے مصعب بن عبد اللہ الزبیری کی بیان کردہ حدیث کو ”وہذا إسناد جيد“ کہا۔
(سلسلة الاحادیث الصحیحہ ۷/۱۶۳۶ ح ۳۹۴۰)

حافظ زبیر علی زئی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام ہے، جیسا کہ صحیح روایات میں آیا ہے کہ سیدنا مولانا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
نبي الله ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں، پھر عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما
اس مفہوم اور الفاظ کے معمولی اختلاف والی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے درج ذیل راویوں نے بیان کی ہے:

- ۱: محمد بن علی بن ابی طالب یعنی ابن الحنفیہ رحمہ اللہ [ثقة عالم]
 - ۲: ابو حنیفہ وہب بن عبد اللہ الخیر السوائی رضی اللہ عنہ [صحابی]
 - ۳: عبد خیر بن یزید الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة، مخضرم من كبار التابعين]
 - ۴: عبد اللہ بن سلمہ المرادی الکوفی رحمہ اللہ [صدوق، تغیر حفظ / حدث به قبل اختلاطه]
 - ۵: عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان الخزومی رضی اللہ عنہ [صحابی]
 - ۶: علی بن ربیعہ بن نھله الوابی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة]
 - ۷: نزال بن سبرہ الہملالی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة]
 - ۸: ابوالجعد رافع الغطفانی الأشجعی رحمہ اللہ
- [صدوق وثقة ابن حبان والامام مسلم وقيل: هو صحابي]

۹: ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [صحابی]

اب ان روایات کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱) محمد بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ سے درج ذیل راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے:
- ۱: ابو یعلیٰ منذر بن یعلیٰ الثوری الکوفی رحمہ اللہ [ثقة]

صحیح بخاری (۳۶۷۱ سندہ صحیح) سنن ابی داود (۳۶۲۹ سندہ صحیح) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/۱۲ ج ۳۱۹۳۶) زوائد القطیعی علی فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل (ج ۱۳۶، سندہ صحیح) صحیح بخاری میں اس روایت کا متن درج ذیل ہے:

محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں کون (سب سے) بہتر ہے؟ انھوں نے فرمایا: ابو بکر۔ میں نے کہا: پھر کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: پھر عمر ہیں۔ (مع فتح الباری ۷/۲۰)

امام دارقطنی نے فرمایا: ”وہو صحیح عنہ“ اور وہ آپ سے صحیح (ثابت) ہے۔

(کتاب العلل ۴/۱۲۳ سوال ۴۶۴)

۲: ابویکین نوح بن ربیعہ الانصاری البصری رحمہ اللہ [صدوق]

کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۱۲۰۴، نسختہ محققہ: ۱۲۳۸، سندہ حسن)

۲) ابو حنیفہ وہب بن عبد اللہ الخیر السوائی رحمہ اللہ سے درج ذیل راویوں نے یہ حدیث بیان کی ہے:

۱: عامر بن شراحیل الثعنی رحمہ اللہ [ثقة مشہور فقیہ فاضل]

زوائد مسند الامام احمد (۱۱۰/۱ ج ۸۷۸، سندہ صحیح، ۱۰۶/۱ ج ۸۳۳، سند آخر سندہ حسن)

(مسند احمد ۱۰۶/۱ ج ۱۳۵، سندہ صحیح علی شرط مسلم)

۲: زر بن حبیش الاسدی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة جلیل مخضرم]

زوائد مسند احمد (۱۰۶/۱ ج ۸۳۳، سندہ صحیح، ۱۰۶/۱ ج ۸۳۳، سندہ حسن، ۱۱۰/۱ ج ۸۷۸، سندہ حسن)

(سندہ حسن)

۳: عون بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ [ثقة]

زوائد مسند احمد (۱۰۶/۱ ج ۸۳۷، سندہ حسن) الغیلا نیات (ج ۷۲، سند آخر سندہ حسن)

(حسن، نسختہ آخری: ۶۸) المخلصیات (۲/۹۸ ج ۱۱۱۹، سندہ حسن)

۴: حکم بن عتیہ المکندی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة ثبت فقیہ، إلا أنه ربما دلس]

فضائل الصحابة للإمام احمد بن حنبل (۴۴۲ وسندہ صحیح، المحکم بن عتیبہ صرح بالسماع)
تاریخ دمشق (۲۰۲/۴۴۲ وسندہ صحیح)

۵: عبد اللہ بن ابی السفر رحمہ اللہ [ثقة]

تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۰۲/۴۴۲ وسندہ حسن)

۴: عبد خیر بن یزید الہمدانی رحمہ اللہ سے درج ذیل راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے:

۱: المسیب بن عبد خیر رحمہ اللہ [ثقة]

زوائد مسند احمد (۱/۱۱۵ ح ۹۲۶ وسندہ صحیح، ۱/۱۲۵ ح ۱۰۳۰)

۲: خالد بن علقمہ ابو حنیۃ الوادعی رحمہ اللہ [صدوق]

زوائد مسند احمد (۱/۱۲۵ ح ۱۰۳۱، وسندہ صحیح)

۳: عبد الملک بن سلع الہمدانی رحمہ اللہ [صدوق]

کتاب الشریعة للآجری (۵/۲۳۱۹ ح ۱۸۰۴، وسندہ حسن) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۳/۵۷۱)
ح ۳۷۰۲۲ وسندہ صحیح

۴: طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی (مئۃ قاری فاضل)

المخلصیات (۳/۳۳۹ ح ۲۶۶۳)

۵: ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف [ثقة، رضی اللہ عنہ]

(فضائل الصحابة، زیادات القطعی ۵۳۳ وسندہ حسن)

۴: عبد اللہ بن سلمہ المرادی رحمہ اللہ [صدوق حسن الحدیث وثقة الجمهور]

”خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ أبو بکر و خیر الناس بعد أبي بکر
عمر.“ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر ابو بکر ہیں اور ابو بکر کے بعد سب سے بہتر عمر
ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶، وسندہ حسن)

عبد اللہ بن سلمہ نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی۔ (دیکھئے مسند الحمیدی تحقیقی: ۵۷)

۵: سیدنا عمرو بن حریش رضی اللہ عنہ

”خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر و عمر ...“

اس امت میں نبی (ﷺ) کے بعد سب سے بہتر ابو بکر اور عمر ہیں۔

(زوائد فضائل الصحابة: ۳۹۷ سندہ حسن، البحر الزخار ۲/۱۳۰ ج ۳۸۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۱۰۷ ج ۱۷۸)

۶) علی بن ربیعہ الوالبی رحمہ اللہ

”إني لأعرف أخیار هذه الأمة بعد نبيها: أبو بكر و عمر ...“

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل: ۲۲۸ سندہ حسن، وقاء بن ایاس الاسدی وثقة الجہور فهو حسن الحديث)

۷) نزال بن سبرہ رحمہ اللہ

”ألا أخبركم بخیر هذه الأمة بعد نبيها ثلاثة، ثم ذكر أبا بكر و عمر ...“

(زوائد فضائل الصحابة: ۳۲۹ سندہ حسن)

۸) ابوالجعد رافع الغطفانی الأشجعی رحمہ اللہ

”ألا أخبركم بخیر الناس بعد نبيكم ﷺ: أبو بكر ثم عمر“

(الترغيب الكبير للبخاري ۳/۳۰۶ ج ۳۰۹، سندہ حسن)

۹) سیدنا ابو موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ

”ألا أخبركم بخیر هذه الأمة بعد نبيها ﷺ؟ ... أبو بكر رضي الله عنه

... ثم قال ... عمر“ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۱۰۷ ج ۱۷۸، سندہ حسن)

روایت مذکورہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد

سب سے افضل ابو بکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ان روایات میں سے ایک روایت بھی ضعیف نہیں اور یہ سب روایات باہم مل کر

متواتر کے درجے پر پہنچ گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے سیدنا علی

رضی اللہ عنہ سے متواتر قرار دیا ہے۔

(دیکھئے الوصیۃ الکبریٰ ص ۴۰ فقرہ ۶۲، نظم المتناثر من الحديث المتواتر للکتانی ص ۲۰۳ ج ۲۲۷)

یعنی اہل سنت کے نزدیک یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔ (۱۴/اپریل ۲۰۱۳ء)

دوغلی پالیسی

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے کسی کے ایک قول ”رفع یدین پرچار صحیح حدیثیں ہیں“ کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

”حالانکہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کو ان کی شرط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں، وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جاسکتا۔“ (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم طبع اول، ۱۹۹۰ء، حصہ دوم ص ۱۰۷-۱۰۸، طبع جدید ۱۳۷/۲)

دوسری طرف اسی محمد یوسف لدھیانوی نے تمنا عمادی (ایک منکر حدیث) کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

”لیکن یہاں بھی محض اخلاص کے ساتھ ایک نصیحت کرتا ہوں، وہ یہ کہ صحیحین میری اور آپ کی رد و کد سے اونچی ہیں، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ... لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم! پس محدثین اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں میں جو مرفوع متصل احادیث ہیں وہ قطعاً صحیح ہیں...“ (تحفۃ قادیانیت جلد سوم ص ۵۶۸)

لدھیانوی مذکور نے مزید لکھا ہے:

”اور صحیح بخاری کی یہ مقبولیت منجانب اللہ ہے۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔
○ جو لوگ صحیحین کی احادیث کی توہین کے مرتکب ہیں وہ شاہ صاحب کے بقول ”متبع غیر سبیل المؤمنین“ ہیں...“ (تحفۃ قادیانیت ۳/۵۶۹)

آخر میں بطور تنبیہ عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین والی تیسری حدیث صحیح مسلم میں سیدنا واکل بن حجرؓ سے موجود ہے۔ (ج ۱ ص ۱۷۳ ج ۲ ص ۲۰۱)
لہذا صرف دو حدیثوں کا دعویٰ کر کے لدھیانوی مذکور نے غلط بیانی کی ہے۔

”آل دیوبند اور صحیح بخاری“ یعنی صحیح بخاری کے دیوبندی دفاع کے لئے دیکھئے آئینہ دیوبندیت (ص ۲۳۲-۲۳۵)

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

✽ قرآن و حدیث اور اجتماع کی برتری ✽ سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
✽ صحابہ، تابعین، جمع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت ✽ صحیح و حسن روایات
سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب ✽ اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
✽ علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان ✽ مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و
ممانعت کے ساتھ بہترین و باوقار رد ✽ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مد نظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
✽ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع ✽ قرآن و حدیث کے ذریعے اتحاد امت کی طرف دعوت
قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ”**الحیث**“ حضرو کا بغور مطالعہ کر کے
اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر و شکر

دعائے صحت

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ چند دنوں سے علیل ہیں اب بتدریج
صحت یاب ہو رہے ہیں۔ واللہ الحمد
تمام اہل اسلام سے مزید دعاؤں کی گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء
عاجلہ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

www.maktabahtulhadith.com
www.facebook.com/maktabahtulhadith
maktabahtulhadith@gmail.com
alhadith_hazro2006@yahoo.com